

چالان پوت اول

نمبر ۱۹۰ مورخه ۱۹۰۰

نام صاحب

نام

تاریخ جمع

(مهر) نام نویسی
 (مهر) نام نویسی
 (مهر) نام نویسی

چالان پوت اول

نمبر ۱۹۰ مورخه ۱۹۰۰

نام صاحب

نام

تاریخ جمع

(مهر) نام نویسی
 (مهر) نام نویسی
 (مهر) نام نویسی

عنبریں

یعنی

اس ناچور سکیم اور نجومی شاعر کی سونچ عمری

اوسکی

۵۰۰ رباعیات حروف تہجی کے التزام کے ساتھ

مرتبہ

منشی جے زائن صاحب ورت مالک رسالہ ناول لکھنؤ

ناظرین کی دلچسپی کے لئے

بہ تحفظ حقوق
مطبع منشی نجی آرین واقع لکھنؤ میں چھپا

۱۹۲۵ء

دفتر رسالہ ناول امین آباد لکھنؤ میں فرخوڑ کے موجودہ زمین

تخیل - شہر اور بات کی طرز معاشرت میں فرق - غریب دیانتوں کی وہ سادگی کہ امین غلطیاں ہوائے طرز معاشرت کے برتن میں ہو جایا کرتی ہیں - ہر ایک کے متفقہ آئینہ از طرف انگلیز سین کے کشت زعفران ہو گولہ آسمان کے ڈراما شی اسٹوہیں ٹوکانکر کا ترجمہ ج ۹۲ صفحہ قیمت ۱۸

دھوکا یا طلسمی خانوس سر ریالڈ کے ایک اچھوتے دلکش نصیحت خیز عبرت آمیز ناول کا ترجمہ حسین عجبیب دلاور پیر پور میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کے معاملات کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ اور باوی النظر میں جو کچھ نظر آئے اس پر اعتبار کر کے راستہ قائم نہ کرنا چاہیے مترجمہ اڈیٹر اور دھج ج ۴۰ صفحہ ۷۱ روز المہر سٹ - انگلستان کے جادو نگار سٹرو بلور ریالڈس کے مشہور و معروف ناول کا ترجمہ حسین ایک غیر رینک طبیعت حسن فروغ باوری کی بیٹی کی سوانح عمری کچھ اس نصیحت آمیز موزخرد و دلچسپ پیرامین میں دی ہے جو کہ سارا ناول ختم ہو جائے طبیعت کو قرار نہ آئے - انگلستان کے امرا کا کچھ چٹھاپوانی کا جوش حسن کی مفاہیس کشش - پھر اگر نتیجہ کو غور کیجئے تو سرا یا نصیحت ہو ضرور ملاحظہ فرمائے کامل دو حصوں میں جلد ج ۳۵۶ صفحہ قیمت ۱۸

نیرنگ سر ریالڈ کے ناول نشر میں کا ترجمہ خود غرضی اور دناداری کی عکسی تصویر عاشق مزاج کے لیے تیز دل و زوقیہ سخن کے لیے اعلیٰ درجہ کا نتیجہ خیز نازضامندی کی شادی کے نتائج ج ۹۲ صفحہ قیمت ۱۰ کارزار صلیبیہ یعنی داستان سلطنت بیت المقدس حسین علی - مالی - تمدنی - اور اخلاقی حالات شاہان فرنگ اسلام - زرنگی و سلجوقیہ - تاتاریوں - مملوکیوں - امرا اور ان کے عیش و نشاط - عدالتوں حاکم - تو امین درسم و رواج - رعایا غازیوں آلات حرب علوم و فنون علماء کی کیفیتیں علاوہ ان کے جنگی و صلیبی کے اغراض نہایت دلچسپی کے ساتھ درج ہیں بالقصور پڑے اے آہ چرو چارلس تھرجنگلنگسٹورڈ صاحب کی تاریخ کردہ میڈس کا اردو ترجمہ تقریباً بیس جزو قیمت ۱۸

کلمہ سوم - ایک حسین لڑکی کو اسکے اصلی ورثہ سے محروم رکھنے کی چالیں لکھنؤ کو ایک لنگاری کی کارستانی میں

زعفران زلزلہ - یعنی ان اوجاب مضامین کا انتخاب جو لکھنؤ کے آزاد و نظریہ اخبار اور دھج کے ساتھ ۲۵۴

میں شائع ہوئے تھے اور جو ظرافت کی چٹان اور لڑکی کی روتن رواں ہیں - مردہ دل کے ساتھ سچائی کی گناہ

روتون کو ہنسانا اور ہنسٹوں کو لڑنے کو ترسانا اس رسالہ کا ادنیٰ کرشمہ ہے قیمت ۱۸



عز خیام سنیہ فیسوی کے گیارہویں صدی کے ایک نقوش نگار ہیں۔
 میں جو خراسان میں پیدا ہوئے اور بارہویں صدی کے شروع میں خراسان
 میں اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ اس کی زندگی کے مختصر حالات و واقعات
 واقعات کے سلسلہ میں جو اپنے زمانہ میں بڑے مشہور و معروف تھے۔
 سے آگے گئے ہیں۔ انہیں کا ایک اپنی ہفتوں کے قصہ کو بیان کرتا ہے۔ اس کا نام
 نظام الملک ہے اور وہ ایک اور سلطان کا ہفتوں کی ایک کتاب ہے۔
 شاہ کا جو اس کا پر پوتا تھا وزیر اعظم رہا ہے۔ ہفتوں کی ایک کتاب ہے۔
 کو خود اعظم کے کمزور جانشینوں کے پیش کو خراسان کی تاریخ کی جستجو پر
 میل کی جنگوں کے لیے ہر گاہ تھا پیدا ہوئی۔ اس نظام الملک کے اپنی ہیبت
 میں جسکو آئینہ لکھ کر لکھو یا دیکھو کہ اس کے آئینہ دیدار کے لیے جو آئینہ
 ذیل حالات بیان کیے ہیں جنگوں کا اندازہ اس سے حاصل کرنے سے
 اس طرح لکھ لیا ہے۔

، خراسان کے بڑے جلیل القدر اور دانشمند لوگوں میں سے ایک
 موفق بنیاد پوری تھے جنگی ہوا ایک بڑی عزت و حرمت کرتا تھا۔ خدا کی رحمت
 ان کی روح پاک پر ہو۔ اُس کے جاودہ جلال کا زمانہ پختی برس سے تیار کر کے

اور عام طور سے لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ جس لڑکے نے اُنکے پاس بیٹھ کر درس
 مجید اور حدیث شریف کا درس لیا وہ بلاشبہ ناموری اور عزت کے درجہ تک
 پہنچا۔ اسی وجہ سے میرے باپ نے حکیم عبدالقادر کے ہمراہ مجھے طوس سے
 نیشاپور بھیجا تاکہ میں اس بزرگ اُستاد کی رہنمائی سے تفصیل علوم میں اپنے کو
 مصروف کروں۔ میری طرف ہمیشہ اُنکی عنایت و مہربانی کی نظر رہتی تھی اور
 بالفاظ شاگرد ہونے کے مجھے بھی اُنسے از حد اُلفت اور خوش افتاد دی تھی۔
 اس طرح اُنکی خدمت میں میں نے چار سال گزارے۔ جب میں پہلے پہل دہان
 آیا تو میں نے دو اور نووارد طالب علموں کو پایا جو میرے ہی ہم عمر تھے۔ یہ حکیم
 عمر خیام اور بدقسمت حسن بن صباح تھے۔ دونوں کو خدا نے بظہن رسا اور
 ذاتی قابلیتیں بخشی تھیں۔ ہم تینوں ایک دوسرے کے نہایت ہی بے تکلف
 دوست ہو گئے۔ جب امام صاحب اپنی وعظ کے بعد تشریف لیجاتے تو وہ دونوں
 میرے پاس آتے اور ہم اپنا پڑھا ہوا سبق ایک دوسرے کو سُنا دیتے۔ پھر
 نیشاپور کا باشندہ تھا اور حسن کے باپ کا نام علی تھا جو اپنی زندگی کو سخت پابندیوں
 کے ساتھ بسر کرتا تھا لیکن جسکے عقاید اور اصول بالکل طحڑا نہ تھے۔ ایک دن
 حسن نے مجھے اور خیام سے کہا کہ ”یہ بات عام طور سے مانی جاتی ہے کہ
 امام موفق کے شاگرد و مہر و خوش نصیب ہو کر رہیں گے اب اگر ہم سب کو بھی وہ
 بات حاصل نہ ہوگی تو یقیناً ہم میں سے ایک کو تو ضرور ہوگی۔ اس حالت میں
 ہم میں کوئی اقرار اور معاہدہ ہونا چاہیے۔“ بہتے جواب دیا کہ جو تم پسند کرو
 اُسے کہا کہ ”اچھا اب ہر کو قسم کھانا چاہیے کہ جس کسی کے حصے میں یہ دولت و عزت
 پڑے وہ دوسروں کو اسیکین سے برابر برابر حصہ دے اور اپنی ذات کے
 لیے کسی طرح برتری محفوظ نہ کرے۔“ ہم دونوں نے جواب دیا کہ ہمیں منظور ہے
 اور ان شرائط پر ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ عہد واثق کر لیا۔ زمانہ گزرتا
 گیا۔ میں خراسان سے ماوراء النہر گیا اور غزنی و کابل پھر تاجیکستان اور ایک

عہد پر مقرر ہو گیا اور سلطان الپ ارسلان کے زمانہ حکومت میں مملکت کا تمام کاروبار میرے سپرد کیا گیا۔

”وہ بیان کرتا جاتا ہے کہ بہت سے سال گزر گئے اور اُسکے دونوں در سے کے پرانے دوستوں نے اُسے دھونڈھ نکالا۔ وہ آکر اُسکی دولت و جمشت میں اپنے حصوں کے طلبگار ہوئے جسکے زمانہ تعلیم میں انھوں نے قسم کھائی تھی۔ وزیر نہایت فیاض تھا اور اپنے وعدہ پر قائم رہا۔ حسن سلطنت میں ایک عہد کا خوشگوار ہوا جسے سلطان نے وزیر کی سفارش پر اُسے عطا فرمایا لیکن درجہ بدرجہ ترقی کرنے سے قانع نہ ہو کر وہ طرح طرح کی سازشوں کی فکر میں جو ایشیا فی دربار کا خاصہ ہوتی ہیں لگا رہنے لگا اور اپنے محسوس کردہ براہ کرنے کی ایک کینی کوشش میں ناکامیاب ہونے کے بعد وہ نہایت ذلت سے علمبردار کر دیا گیا۔ بہت سی گردشوں اور آوارگیوں کے بعد سن ایران کے اسماعیلیہ فرقہ کا سرگروہ بن گیا۔ یہ جاہل متعصب لوگوں کی ایک جماعت تھی جو غور و دراز تک گمنامی کی حالت میں پڑی رہی تھی لیکن اس شخص کی مضبوط اور پراثر اندیش طبیعت نے رہنمائی کر کے اُسکو ایک زیور و فواد ترقی کی چوٹی پر پہنچا دیا۔ سنہ ۵۷۰ میں اُسے احموت کا قلعہ جو صوبہ رودبار میں ہے چھین لیا۔ یہ صوبہ پھر واکا کے جنوب کے پہاڑی ملکوں میں واقع ہے۔ اور اسی پہاڑی گھر میں رہ کر اوسنے صامیہ میں ”شیخ الجبل“ کے نام سے ایک بڑی شہرت حاصل کی اور تمام دنیا سے اسلام میں ایک ہیبت سی چھا دی۔ یہ امر ابھی تک زیر بحث ہے کہ لفظ اسیس جسکے معنی قاتل کے ہیں اور جو کہ زمانہ حال کی یورپین زبانوں میں اُسکی بیاہ اعمالیوں کے یادگار کے طور پر موجود ہے لفظ حبشیش (بھنگ) سے جسے کھارہ بال و پو اسنے ہو جاتے تھے نکلا ہے یا اُس سلسلہ کے بانی کے نام سے ماخوذ ہے جسکو کہ سینیٹینا پور میں دیکھا تھا جبکہ وہ ایک محض طالب علم تھا۔

”اُس قاتل کے خیر کے شکاروں میں سے اُسکا پرکا کا ہم مکتبہ دوست

اور عام طور سے لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ جس لڑکے نے اُنکے پاس بیٹھ کر درس
 مجید اور حدیث شریف کا درس لیا وہ بلاشبہ ناموری اور عزت کے درجہ تک
 پہنچا۔ اسی وجہ سے میرے باپ نے حکیم عبداللہ کے ہمراہ مجھے طوس سے
 نیشاپور بھیجا تاکہ میں اس بزرگ استاد کی رہنمائی سے تحصیل علوم میں اپنے کو
 مصروف کروں۔ میری طرف ہمیشہ اُنکی عنایت و مہربانی کی نظر رہتی تھی اور
 لحاظ شاگرد ہونے کے مجھے بھی اُنسے از حد اُلفت اور خوش اعتقادی تھی۔
 اس طرح اُنکی خدمت میں میں نے چار سال گزارے۔ جب میں پہلے پہل دہان
 آیا تو میں نے دو اور نووارد طالبعلموں کو پایا جو میرے ہی ہم عمر تھے۔ یہ حکیم
 عمر خیام اور بدقت حسن بن صباح تھے۔ دونوں کو خدا نے عجیب ذہن رسا اور
 ذاتی قابلیتیں بخشی تھیں۔ ہم تینوں ایک دوسرے کے نہایت ہی سہ تکلف
 دوست ہو گئے۔ جب امام صاحب اپنی وعظ کے بعد تشریف لیجاتے تو وہ دونوں
 میرے پاس آتے اور ہم اپنا پرٹھا ہو اسبق ایک دوسرے کو سناتے۔ پھر
 نیشاپور کا باشندہ تھا اور حسن کے باپ کا نام علی تھا جو اپنی زندگی کو سخت پابندیوں
 کے ساتھ بسر کرتا تھا لیکن جسکے عقاید اور اصول بالکل ملحدانہ تھے۔ ایک دن
 حسن نے مجھے اور خیام سے کہا کہ ”یہ بات عام طور سے مانی جاتی ہے کہ
 امام موفق کے شاگرد و ضرور خوش نصیب ہو کر رہیں گے اب اگر ہم سب کو بھی وہ
 بات حاصل نہ ہوگی تو یقیناً ہم میں سے ایک کو تو ضرور ہوگی۔ اس حالت میں
 ہم میں کو لاشا اقرار اور معاہدہ ہونا چاہیے“۔ ہمتے جواب دیا کہ جو تم پسند کرو
 اُسے کہا کہ ”اچھا اب ہر کو قسم کھانا چاہیے کہ جس کسی کے حصے میں یہ دولت و عزت
 پڑے وہ دوسروں کو اسیکین سے برابر برابر حصہ دے اور اپنی ذات کے
 لیے کسی طرح برتری محض نہ کرے“۔ ہم دونوں نے جواب دیا کہ ہمیں منظور ہے
 اور ان شرائط پر ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ عہد و اٹھ کر لیا۔ زمانہ گزرتا
 گیا۔ میں خراسان سے ماوراء النہر گیا اور غزنی و کابل پھر تاپھر اتاٹونا اور ایک

عہدے پر مقرر ہو گیا اور سلطان الپ ارسلان کے زمانہ حکومت میں مملکت کا
تمام کاروبار میرے سپرد کیا گیا۔

” وہ بیان کرتا جاتا ہے کہ بہت سے سال گزر گئے اور اُسکے دونوں
در سے کے پڑانے دوستوں نے اُسے دھونڈ لیا۔ وہ اکر اُسکی دولت
و حشمت میں اپنے حصوں کے طلبگار ہوئے جسکے زمانہ تعلیم میں انھوں نے
قسم کھائی تھی۔ وزیر نہایت فیاض تھا اور اپنے وعدہ پر قائم رہا۔ حسن سلطنت
میں ایک عہدہ کا خواستگار ہوا جسے سلطان نے وزیر کی سفارش پر اُسے عطا فرمایا
لیکن درجہ درجہ ترقی کرنے سے قانع نہ ہو کر وہ طرح طرح کی سازشوں کی فکر
میں جو ایشیا فی دربار کا خاصہ ہوتی ہیں لگا رہنے لگا اور اپنے غصے کی
برباد کرنے کی ایک کینہی کوشش میں ناکامیاب ہونے کے بعد وہ نہایت ذلت
سے ملحدہ کر دیا گیا۔ بہت سی گردشوں اور آوارگیوں کے بعد حسن اہران کے
اسحاق علیہ فرقہ کا سرگروہ بن گیا۔ یہ جاہل متعصب لوگوں کی ایک جماعت تھی جو عرصہ
ورائے تک گمنامی کی حالت میں پڑی رہی تھی لیکن اس شخص کی مضبوط اور بداندیش
طبیعت نے رہنمائی کر کے اسکو ایک زبون و فو دار ترقی کی چوٹی پر پہنچا دیا۔
۴۸۰ ع میں اُسے اجماع کا قلعہ جو صوبہ رودبار میں ہے چھین لیا۔ یہ صوبہ بحیرہ کاسپین
کے جنوب کے پہاڑی ملکوں میں واقع ہے۔ اور اسی پہاڑی گھر میں رہ کر اُسے
صلیبیوں میں شیخ الجلی کے نام سے ایک بڑی شہرت حاصل کی اور تمام دنیا سے
اسلام میں ایک ہیبت سی چھا دی۔ یہ امر ابھی تک زیر بحث ہے کہ لفظ مسیح جسکے
معنی قاتل کے ہیں اور جو کہ زمانہ حال کی یورپین زبانوں میں اسکی سیاہ اغالیوں
کے یادگار کے طور پر موجود ہے لفظ حشیش (بھنگ) سے جسے کھا کر وہ پاگل
و دیوانے ہو جاتے تھے نکلا ہے یا اُس سلسلہ کے بانی کے نام سے ماحوزہ ہے
جسکو کہ سنیہ نیشاپور میں دیکھا تھا جبکہ وہ ایک محض طالب علم تھا۔

” اُس قاتل کے خنجر کے شکاروں میں سے اُسکا پیرا کا ہم کتابہ و دوست

نظام الملک بھی تھا۔

” عمر خیام بھی وزیر نظام الملک کے پاس اپنے حصے پر حق جملانے کو آیا لیکن اسکا ارادہ کوئی خطاب یا عہدہ حاصل کر نہ سکا تھا۔ اُس نے کہا کہ سب سے بڑی نعمت جو تم مجھے دے سکتے ہو یہ ہے کہ اپنے اقبال کے سایہ میں مجھے کوئی جگہ ایسی عطا کرو جہاں رہ کر میں اپنے علم کے فوائد کو پھیلاؤں اور اوسے وسیع کروں اور مختاری ترقی عمرو دولت کی دعا مانگتا رہوں۔ وزیر کہتا ہے کہ جب اُس نے دیکھا کہ خیام اپنے انکار پر راسخ ہے تو اُس نے بھی اُسے زیادہ مجبور نہیں کیا لیکن بارہ سال زور دینا پورے خزانے سے اُسکی پیشین مقرر کر دی۔ وہ کہتا ہے کہ نیشاپور میں عمر خیام اسی طرح رہا اور مر گیا۔ اور ہمیشہ ہر قسم کا علم حاصل کرنے میں مشغول رہا۔ خاص کر علم نجوم جس میں اُس نے بہت بڑی شہرت حاصل کی۔

” ملک شاہ کی سلطنت کے زمانہ میں وہ مرو میں آیا اور اپنے علمی کمالات کی وجہ بہت بڑا نام حاصل کیا۔ اور سلطان نے بھی خاص عنایتیں اُس پر مبذول کیں۔

” ملک شاہ نے جب ارادہ کیا کہ جنتری میں کچھ اصلاح کرے تو عمر خیام بھی اُن آٹھ بڑے بڑے عالموں میں سے تھا جو اس کام کے لیے مقرر ہوئے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ جلالی (جو بادشاہ کے ایک نام جلال الدین سے موسوم ہے) پیدا ہوا۔ لیکن لکھتا ہے کہ یہ زمانہ کے شمار کا طریقہ جو لین کے طریقے سے بھی بڑھ گیا اور ترکیوری کے طریقے کے برابر صحت اور درستگی میں جا پہنچا۔ اُسے چند نجوم کے خانے جو زریح ملک شاہی کے نام سے مشہور ہیں ترتیب دی اور تراخیسیبیون نے انہی عربی میں اُسکے ایک الجیرے کی کتاب اور ترجمہ چھاپا ہے۔

” اُسکے تخلص۔ (خیام) کے معنی ایک خیمہ بنانے والے کے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ ایک زمانہ میں وہ یہی پیشہ کرتا تھا۔ شاید نظام الملک کی

نیامنی سے پہلے ہو جسے کہ اُسے بعد میں آزادی اور استغنا کی حالت پر پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح اور بہت سے ایرانی شاعروں نے اپنا تخلص اُسی پیشہ سے نکالا ہے جسے وہ کیا کرتے تھے مثلاً ”عطار“، ”جود واپختے“ والے کو کہتے ہیں حضرت فرید الدین کا تخلص تھا ”نزار“، جسکے معنی تیلی کے ہیں مگر الدین محمد تبریزی کا تخلص تھا عمر خیام اپنی ایک رباعی میں اپنے تخلص کی طرف اشارہ کر کے یہ کہتا ہے کہ ”عمر خیام جسے کہ سنا سنیں اور معلوم کے نیچے کو سیاہی“ مگر آگ میں گر پڑا اور جگلیا سمیت کی چینی نے اُسکی زندگی کے خیمے کی طنابوں کو کاٹ ڈالا اور امید کی دلال کے اُسے بالکل مفت پیچیدیا۔

اُسکی سوانح عمری میں سے ہر صورت ایک قصہ اور معلوم ہے جسکو ہم بیان بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک دیباچہ میں جو کبھی کبھی اُسکے اشعار کے ساتھ لگا ہوا ہو لکھا ہوا ہے۔ پُرانے لوگوں کے واقعات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ دانشمندان کا بادشاہ عمر خیام نیشاپور میں ۵۰۴ھ (۱۱۱۳ء) میں اس جہان سے رخصت ہوا۔ سائیں میں یہ اپنا نظیر مینیں رکھتا تھا اور یہی اُسکی عمر کے کالات میں سے ہے۔ خواجہ نظام سمرقندی جو اسکا ایک شاگرد تھا یہ قصہ بیان کرتا ہے۔

”میں اکثر ایک باغ میں اپنے استاد عمر خیام سے باتیں کیا کرتا تھا ایک دن اُسنے کہا کہ میری قبر ایک ایسی جگہ پر ہوگی کہ یاد دہیا گلاب کے پھولوں کو لا لاکر اُسپر بکھیر دیا کریگی۔ اُسپر ٹھکڑی گچہ تعجب ہوا لیکن میں یہ بات جانتا تھا کہ یہ کوئی بھلی اور بے معنی الفاظ نہیں ہیں۔ کئی برس کے بعد جب مجھے نیشاپور جانا کا اتفاق ہوا تو میں اُسکے اخیر آرامگاہ پر پہنچا اور کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک باغ سے ملی ہوئی باہر کی طرف واقع ہے اور پھولوں اور پھولوں سے لبرے ہوئے درخت دیوار سے باہر شاخیں نکالے ہوئے اُسکی قبر پر پھول نثار کر رہے ہیں یہاں تک کہ پتھر بھی اُٹھن چھپ گیا ہے۔“

یہاں تک کلکے ریویوسی نقل کیا گیا ہے۔ اسکا مصنف جیک عمر خیام کی قبر کے

اس قلعہ کو ہندوستان میں پڑھ رہا تھا تو کسی نے اسے سسر کا واقعہ یاد دلایا کہ اسی طرح اسے بھی ارمیڈس کی قبر سراقیوس میں گھاس اور پتوں سے ڈھکی ہوئی ملی تھی۔

اگرچہ سلطان کی طرح طرح کی خسروانہ عنایتیں اور مہربانیاں عمر کے حال پر رہتی تھیں۔ مگر اسکی تقریر اور خیالات کی اہمیت اور س کی بیرون کی سی شوخی اور سیاہی نے اسے اپنی ہی زمانہ اور اپنے ہی ملک میں ہمیشہ ایک بکرو اور خود سر کے صورت میں لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ صوفیہ فرستے والے جنکی پر ہمیشہ ہنسی اور مذمت کیا کرتا تھا اسے بالخصوص خوف اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان لوگوں کا مذہب اگر تقوت اور اسلام کے ظاہری اقرا کے پردے سے جمین عمر خیام کسی طرح اپنے کو نہیں چھپا سکتا تھا باہر نکال کر صاف روشنی میں دیکھا جائے تو اسکے اصول اور طریقے سے کہیں کم ظاہر ہوگا۔ اسکے شاعروں نے جمین (علاوہ فردوسی کے) حافظ بھی شامل ہیں اور جو ایران میں کثرت سے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمر و خیام کے خیالات اور مضامین سے بہت کچھ اخذ کیا ہے لیکن تقوت کے رنگ میں لیجا کر اور ان لوگوں کے مذاق کے موافق بنا کر جو اسکے صوفیانہ معنی لیتے ہیں اپنے طرز میں بیشک خوب پھیلے پھولے ہیں۔ وہ لوگ جسے انکا خطاب ہے استیقدار جلدی تو ہم اور اشتباہ کو قبول کر لینے والے ہیں جسقدر جلدی ایمان کے طریقے یا کسی اور عقیدے کو اور استیقدار جلدی جہانی لڑائی کو محسوس کرتے ہیں جسقدر دماغی کو۔ ان دونوں قسم کی لڑائیوں یعنی جہانی اور دماغی کو وہ ایکجا کر کے استقدر محفوظ ہوتے ہیں کہ کبھی تو نہایت آزادی اور جوش مسرت سے اپنے شاعرانہ تلامذوں کے بازوؤں پر سوار ہو کر آسمان کی سیر کرتے ہیں اور کبھی زمین پر آتے ہیں اور کبھی اس جہان میں گزر کرتے ہیں اور کبھی دوسرے جہان میں غائب ہو جاتے ہیں اس طرح سے کہ دونوں جہانوں میں انکا وجود

بہت سی غلطیوں اور تکرار کے بعد ۱۶ تہ تک پہنچی ہے و آن ہوم اپنے ایک نسخے کے متعلق کتاب ہے کہ انہیں قریب ۲۰۰ کے رباعیان ہیں اور ڈاکٹر اسپرنگر کی تحریر کے موافق لکھو کے ایک نسخے میں اسکی دو چند ہیں لیکن ابھی ایک نسخہ کلکتہ ۱۸۳۳ء کا چھپا ہوا ملا ہے جس میں ۳۸ رباعیان ہیں اور اسکی ضمیمہ میں ۱۵۴ اور مندرج ہیں جو مختلف نسخوں سے نقل کر کے جمع کی گئی ہیں۔ کلکتہ اور آکسفورڈ کے نسخوں کے کاغذوں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک عدد کر کے لکھا ہے۔ ہر ایک نے ایک رباعی سے (بلا خیال اچھی یا بری کے) بلحاظ ابجد کے ترتیب کے ابتدائی ہے۔ آکسفورڈ والا ایک عدد رباعی سے شروع کرتا ہے اور کلکتہ والے نے ایک شکوہ اور سرزنش کی رباعی سے ابتدائی ہے جسکے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ (یہ اس کے حاشیہ پر درج ہے) کہ عمر خیام کا یہ خیال ایک خواب سے پیدا ہوا تھا جس میں اسکی ماں نے اسکی آئینہ قسمت کے متعلق پوچھا تھا اس رباعی کا مطلب یہ ہے "اے توجہ نہ کر دل ان لوگوں کے لیے دکھتا ہے جو دوزخ میں جلی رہے ہیں" شعلہ جہنم بڑی باریکی سے بھی کھانا پڑیے۔ کتبک چلائے جاگی کہ خدا شیرم کرے نہ بھٹا تو کہاں انہیں سکھا سکتی ہے اور وہ کہاں (شیر) بات نہ سکھ سکتے ہیں۔"

مسٹر طامس باڈلی والی آکسفورڈ کے لائبریری میں جو نسخہ موجود ہے شروع کی رباعی ہمہ اوست کے مسئلہ کی تائید کرتی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر میں نے خود کسی سست مذہب یا طریقے پر رکنیکی کے جو اہرون کو بہت دھمکا پرویا ہے تو معرف یہ ایک چیز میری نجات کے لیے ضعیف ہو سکتی ہے کہ میں نے ایک کو دو کبھی نہیں کہا۔"

ریویور نے جس سے مجھے عمر خیام کی زندگی کے حالات ملے ہیں ان میں سے خیام کا بلحاظ جو دت طبیعت اور خصائل کے اور بلحاظ حوا و ادات زمانہ کے جس میں ان دونوں کی عمر گذری مقابلہ کر کے اپنے بیان کو ضم کیا ہے

وہ دونوں بلاشبہ نہایت نازک مضبوط اور صاف اور اچھی طبیعت کی تھی
دونوں کے خیالات نہایت سترے۔ اور دونوں کے دل میں الفاف اور
سچائی کی آرزو بھری ہوئی تھی۔

جو حق بجانب اپنے ملک کے مذہب اور اسکی پوج اور باطل پیروی سے
خبر ہوئے ہیں۔ لیکن جن اصولوں کا اٹھون نے تہ وبالا کر دیا اُنکی بجائے
وہ ایسی خوش آئند امیدوں کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتے جس طرح سے اور
لوگوں نے کر کے اپنے واسطے ایک قانون بنالیا ہے باوجودیکہ اُنکے
پاس اتنے زیادہ اچھا روز دانی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ ستر و شش نے
بیشک اُن تمام اسباب کے ساتھ جو اپنی قورس نے اُسے مہیا کر دیے تھے
ایک بہت بڑی کل بنانے کے منصوبے سے جو یکایک اسکی دل میں پیدا
ہوا تھا اپنے آپ کو کچھ اطمینان دے لیا تھا۔ اور ایک ایسے قانون کے
مطابق عمل کرتا تھا جس میں کچھ اجتہاد کی ضرورت نہیں۔ اس طرح سے بھائے
ابھی قورس درشتی وضع کے زمین کی طریقت کی سختی میں اپنے دل کو جمع کر دیا کہ
عملی ڈرامے پر چین کہ وہ خود ایک ایکٹ تھا غور کرنے کے لیے بیٹھا۔ لیکن
جس طرح سے وہ خود روسن تئیرن کی تعریف میں کہتا ہے (پروے کی زبرد
چاک نے جو دیکھنے والوں کے اور سورج کے درمیان میں حایل ہونے کی
وجہ سے تھی خود اُسکے اور اُسکے تمام گرد و پیش والوں کے رنگ کو بالکل خراب
کر دیا۔ خیام نے زیادتی ناامیدی یا کسی ایسے ہیچ دریچہ طریقے سے بے توجہی
اختیار کرنے کی وجہ سے جس کا نتیجہ ہزار ایک مایوسی کی مجبوری کے اور کچھ نکلا
اپنے علم اور فہم دونوں کو ایک ترش یا خوش مذاقی کے ساتھ عام بربادی کی
حالت میں جو کہ اُنکی جھلکیوں سے جو کسی طرح کافی نہیں ہو تین وقتاً فوقتاً ظاہر
ہو جاتی ہے پھینک دیا اور لڈائڈ لفسائی کو زندگی کا بہت بڑا مقصد قرار دیکر
الوہیت کے خدائی مسائل۔ عقائد قدر۔ مادہ۔ روح۔ نیک و بد۔ اور اس طرح

اور مسئلوں سے اپنا دل بہلایا کیا۔ یہ مسائل ایسے ہیں جنکی ابتدا کرنا بمقام بلکہ اسکا
کمال حاصل کرنے کے زیادہ آسان ہے۔

اصل رباعیوں کا جسطرح پر وہ ہیں ایک کا دوسرے سے کوئی
تعلق نہیں ہے ہر ایک میں چار چار مصرعے ہیں اور گو کہ انکی میزان مختلف ہے
لیکن برابری میں سب یکساں ہیں۔ بعض وقت تو سب مصرعہ مقفایہ ہیں مگر اکثر کا
تیسرا مصرعہ غیر مقفایہ ہے اور کسی قدر یونانیوں کی اس خاص قسم کی شاعری سے
ملتا جلتا ہے جہاں ہر تیسرا مصرعہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شعر کے متنوع کو چوتھے
مصرعے تک بڑھتے نہیں دیتا اور چوتھے مصرعے گرتی ہے اسے برابر اٹھائے رہتا
ہے۔ اس ایشیائی طرز و طریقے کے مصرعوں کی صورت میں تمام رباعیاں
بترتیب ابجد ایک دوسرے کے بعد کہیں پر بنجیدہ اور کہیں غرافتہ آمیزاتی
چلی آتی ہیں۔ اگر پیری میں جو اسکا ترجمہ ہوا ہے اسکی ترتیب انگریزی و ہندی
لفظوں کے طریقے پر ہے جہاں کہ شراہین پیتا۔ خوشی منانا اسطر کے مضامین کا
ذرا کم خیال کیا گیا ہے جو کہ (صحیح ہو یا غیر صحیح) اصل کتاب میں بہت زیادہ توازن
کے ساتھ آئے ہیں۔ لیکن نتیجہ دونوں حالتوں میں قابل افسوس ہے کہ
زیادہ قابل افسوس شاید وہاں پر ہے جہاں کہ مر و خیام نہایت خود نمائی کے
ساتھ اظہار کرتا ہے۔ ان سب سے بمقابلہ غصہ کے مدح و غم کے آثار اسکی
حالت میں بہت پائے جاسکتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیروں کو
تقدیر کی بیڑیوں سے بیفائدہ آزاد کرنا چاہتا ہے اس خیال کے کہ روزِ فردا
کی جھلک پر شاید کوئی صبح نظر پڑ جائے لیکن اسے امروز ہی سے نجات نہیں
ملی (جسے کہ بہت سے روزِ فردا کو اپنی چال میں تھکا دیا ہے) اور وہ اس کا
میں یہ سمجھتا کہ یہی صورت ایسی زمین ہے جسپر کھڑا ہو کر وہ ذرا قدم ٹیک سکتا ہے
پڑا رہ گیا ہے گو کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے اسپر سے
اسکے پیر پھسل پھسل جاتے ہیں۔

جس زمانہ میں کہ عمر خیام کی رباعیات کے اس ترجمہ کی طبع ثانی تیار ہو رہی تھی ناشر نکلے
 فرانسیسی کانسل میٹر رشت نے ایک طہران کے چھپے ہوئے نسخے کو حسین چارلو
 چونسٹھ رباعیان فقین مع اپنے ترجمے اور حواشی کے نہایت عمدگی کے ساتھ چھپوایا
 تھا۔ ناشر نکولس جن کے مطبوعہ نسخے نے مجھے بہت سی باتوں کا خیال دلایا اور
 دوسرے ہی طرز کے امور کو ظاہر کیا مگر کو ابیقرس کے ڈھنگ پر جیسا کہ میرا
 خیال اُسکے لغوی معنوں کو دیکھ کر ہے نہیں ماننا بلکہ وہ اسے تصوف کے رنگ
 پر لپیٹا ہے وہ کہتا ہے کہ شراب و ساقی وغیرہ کی صورت میں جیسا کہ لوگ حافظ
 کی نسبت خیال کرتے ہیں خیام کو خدا کا جلوہ نظر آتا تھا۔ غمخیز کہ اُسے بھی وہ مثل
 اور دوسرے شاعروں کے ایک صوفی مزاج شاعر سمجھنا ہے لیکن مجھے اپنی
 رائے تبدیل کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی میں نے اس رائے کو بارہ
 برس سے زیادہ ہوئے جب قائم کیا تھا اسوقت سب سے پہلے عمر کو ایک
 ایسے شخص نے مجھے دکھلایا تھا جس کا میں جو کچھ میں نے علوم شرقی سے پڑھا ہے
 ہمیشہ اس لیے مہون احسان رہوں گا۔ اور اس سے زیادہ اور علوم کا بھی
 اُسکا شکر گزار رہوں گا۔ دیکھو کہ جو کچھ اور مجھے علوم مشرقی سے آتا ہے وہ سب
 اُس ہی کے بدولت ہے۔ وہ عمر کے فہم و ذکا کا اس قدر مداح تھا کہ اگر اُسکے
 اسکان میں ہوتا تو اُسکے ایسے مطالب جیسے ناشر نکولس پیدا کرتے ہیں بخوشی
 منظور کر لیتا مگر حقیقت میں وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا تھا اور یہ بات اُسکے مضامین
 سے جو کلکتہ ریویو میں چھپتے رہتے ہیں اور جنکا ایک بڑا حصہ ابھی بننے اور نقل
 کیا ہے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے۔ اس میں وہ فی نفسہ نظم سے اور شاعر کے ان
 واقعات سے جو ہم ہوئے ہیں بحث کرتا ہے۔

اگر ناشر نکولس کے اصول کے خلاف اور زیادہ ثبوت کی ضرورت
 ہو تو وہ اُس ہی کی طرز بیان سے جس میں وہ عمر خیام کی سرگزشت تحریر کرنا
 معلوم ہو جائیگا حسین اشعار کے مطالب سے جو حاشیہ پر درج ہیں بالکل خلاف

باتین لکھی ہیں (اُسکے دیباچے کے سولہویں اور ستترہویں صفحوں کو دیکھو) حقیقت میں جب تک کہ عمر کے عذر خواہ مجھے آگاہ کریں میں بالکل نہیں جانتا تھا۔ اُسکے نظم کو ایسے ایسے مننے پہنائے گئے ہیں۔ کہ جس شراب کو حافظ نے پیاتھا اور اُسکی تعریف کی تھی وہ جو کچھ ہو مگر عمر نے جو شراب پی وہ انگور کے خالص عرق کی تھی۔ اسے وہ نہ صرف جبکہ اپنے دوستوں کے ساتھ عیش و طرب میں مشغول ہوتا استعمال کرتا تھا بلکہ (جیسا مانشر نکولس کہتے ہیں) اس غرض سے پیتا تھا کہ اپنے کو عبادت کے اُس جوش تک پہنچا دے جسے اور لوگ شور و غیب کرنے اور ہاتھ پیر مارنے سے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر اسی پر بھی کتاب میں جہان کبیر کی وسعت کا ذکر آیا ہے (اور یہ بکثرت ہے) مانشر نکولس نہایت ہوشیار کے ساتھ اُسکی شرح لکھتے ہیں "خداوند مطلق"۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور حقیقت میں ایسی احتیاط کے ساتھ لکھتے ہیں کہ خواہ مخواہ آدمی کو خیال ہوتا ہے کہ یہ بھی اُس صوفی کے جس سے اُنھوں نے ان اشعار کو پڑھا ہے ہم مشرب اور ہم خیال ہو گئے ہیں۔ ایک ایرانی طبیب چاہیگا کہ اپنے ملک کے ایک مشہور و معروف شخص کو ان الزامات سے بری رکھے اور اُسکی جانب سے عذر خواہی کرے اور ایک صوفی کی یہ غرض ہوگی کہ اُسے اپنے طریق میں داخل کرے جہیں کہ ایران کے بڑے بڑے شعرا شامل ہیں۔

مانشر نکولس کے پاس اس بات کی کونسی تاریخی سند ہو کہ خیام نے صوفیانہ خیالات پر اپنے آپ کو متعل کیا تھا؟ ہمہ اوست کے مسائل عقاید جہانیت اور احتیاج کے اصول کچھ صوفیوں یا اُنسے پہلے لغزش یا اس سے بھی پہلے ابقیورس کے ساتھ مخصوص نہیں تھے۔ شاید کہ یہ ابتدائی فلسفیوں اور فکر اور غور کرنے والے آدمیوں کے ملحدانہ اصول کے شروع ہی سے مآخذ ہیں ہوں اور بہت زیادہ ممکن ہے کہ یہ ایک ایسے فلسفی کے خود بخود پیوہہ نے والے خیالات کے مرکز ہوں جو معاشرت اور تمدن کی جہالت کے ایسے زمانے

میں پیدا ہوا تھا جس میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ تمام دنیا کل بہتر مذہبوں پر منقسم ہو۔
وآن ہومر عمر خیام کو ایک آزاد خیال اور مذہب صوفی کا بہت بڑا مخالف
بتاتا ہے شاید اس لیے کہ اُنکے اصولوں کو زیادہ اختیار کرتے وقت وہ کسی طرح
سے ناموافق اخلاقی تشدید پر قائم رہنے کا دعویٰ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سر ڈبلیو
آڈسلی نے بھی آکسفورڈ کے باڈلین کتب خانہ کے نسخے میں ایک سادے ورق
پر تھوڑا سا اسی کے ہم معنی لکھا ہے اور بالشرنگولس کے مولفہ نسخے کی دو
رباعیوں میں نقوف اور صوفی کا نہایت اہانت کن ناموں سے تذکرہ کیا
گیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ انہیں سے بہت سی رباعیوں کا اگر اُنکے معنی
صوفیانہ طریق پر نہ لیے جائیں تو کوئی مطلب نہیں پیدا ہو سکتا مگر بہت زیادہ
اس طرح کے ہیں کہ اگر اُنکے لفظی معنی نہ لیے جائیں تو کسی طرح کچھ سمجھ میں نہیں
آسکتا۔ مثلاً اگر شراب علوی مانی جائے تو کس طرح سے جسم جب مردہ ہو گیا ہو
تو اُس سے دھویا جاسکتا ہے؟۔ کیونکہ مرنے کے قدحوں کو جو مٹی کے بنے ہوئے
ہیں کوئی مجذوب الوہیت کے شراب سے بھر دیگا۔ بالشرنگولس خود جہان
کبین مشرقی اسرار اُگئے ہیں اور کسی خاص مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے
اُنکی تشریح کرنے میں گھبرا گھبرا جاتے ہیں مگر تاہم اُنکو پڑھنے والا سوائے
الوہیت کے اور کسی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ
طہران کے نسخے میں بھی جیسا کہ کلکتہ کے کتب خانہ کے نسخے میں ہے بہت سی
رباعیاں جعلی ہیں۔ اور خیام کی طرف غلط منسوب ہیں۔ یہ رباعیوں بالکل ایران
کے معمولی قطعات یا معمولی رباعیوں کے طرز پر ہیں۔ لیکن اس سے بھی حقیقت
میں جس قدر اس ایک بات کے متعلق معلوم ہوتا ہے اسی قدر دوسرے کے
یہی نہیں بلکہ صوفی جو ایران میں ایک عالم اور نشی سمجھا جاتا ہے اُس نے ممکن
ہے کہ بیفکری اور عیش پسندی کے مقابلے میں جو کچھ اُنکی طبیعت کے ایک

شاعر ہونے کی حیثیت سے زیادہ موافق ہوا ہو اُسے خواہ مخواہ اُس میں ٹھوس
 دیا ہو۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ آکسفورڈ کے باؤلین کتھا زمین جو نسخہ ہے اس میں
 ایسی رباعیان بہت کم ہیں جو باطل نقوش کے لباس میں ملبوس ہوں۔ یہ نسخہ سب سے
 زیادہ پُرانا ہے جس پر شیراز کی لکھی ہوئی تاریخ ۱۶۶۵ء (۱۰۷۶ھ) موجود ہے۔ ایسی
 خاص بات کی وجہ سے عمر کو (میں اُسے) بنین بنین سی بنین۔ مشہور
 نام لیکر یاد کرنے سے باز نہیں رہ سکتا) اور دوسری شرط سے اختیار حاصل
 ہے۔ اس میں وہ خود بھی اوروں کے ساتھ اپنے ہی ترانہ میں بیخود اور محو
 ہو کر آدمی کو ایک تمثیل بنا کر کھڑا کرتا ہے اور اُسے ایک خیالی جامہ پہنانا
 ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آدمی خود خیام ہے جو کہ اپنے تمام خواہش
 طبیعت اور جذبات کے ساتھ ہمارے ساتھ موجود ہے گویا کہ حقیقت
 میں ہم اور وہ ایک ہی میز پر جب کہ شراب کا دور چل چکا ہے نہایت آزادی
 اور بے تکلفی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں بذات خود حافظ کی اس صوفی شہرہ کا کبھی قائل نہیں ہوں۔
 جہاں تک کہ شاعر نے اپنی نظم کے شروع اور اخیر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی شان میں سلام لکھا ہے اس میں ہمہ دوست کے مسئلہ کا ذکر کرنے اور
 اُسے اختیار کرنے میں بھی یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ کوئی قباحہ ہو سکتی ہے۔
 ایسی حالتوں میں مولانا جلال الدین رومیؒ، ملا جامیؒ، حضرت فرید الدین
 عطارؒ اور ادب شاعروں نے بھی نظمیں لکھی ہیں جن میں کہ انھوں نے شراب اور
 حسن کو الوہیت کے بیان کرنے کے لیے ذرا پروردہ بنا کر اُسے چھپانے کے
 لیے ایک خیالی تقویر فرم کر کے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ کوئی اور
 تمثیل جس میں غلطی سے یا غلط استعمال کا کم گمان ہو تا شاید ایسی مستحق طبیعت
 والوں کے لیے زیادہ مناسب ہوتی اور ایسی حالت میں اور بھی زیادہ
 مناسب ہوتی جبکہ بعض لوگوں کے موافق حافظ اور خیام کے نزدیک شراب

اور حسن کا تقویر لہذا نڈ نفسانی کی خیالی تقویر دون سے مشابہت ہی نہیں بلکہ
 سلا بقت رکھتا ہے۔ یہ طریقہ نڈ اہرون اور ریاضت کرنے والوں کے لیے
 خواہ مخواہ ہو مگر اُنکے ایسے اپنا سے جنس کے لیے جو اُسے بہت کمزور کہیں
 زیادہ پر خوت و خطر ہے اور یہ طریقہ ریاضت جسکی اس طرح ابتدا کی گئی ہے جقدر
 بڑھتا جاتا ہے اُسی نسبت کے ساتھ ایک دنیا دار اور لحد خیال والے
 آدمی کے لیے اور زیادہ معرض خطر ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب کس واسطے ہو
 اس واسطے کہ لہذا نڈ نفسانی کی ایسی خیالی تقویروں کی وجہ سے وہ مورد طعن
 و تشنیع کیے جائیں اور خدا جو کہ اُن کی تعلیم کے موافق مادہ جمائی اور روح
 و ولوں کہا جاسکتا ہے اگر اُنکی کنہ کے قریب تک بھی کوئی پہونچ سکے
 تو فوراً یہ سب خیالی شکلیں ترک کر دی جاسکتی ہیں۔ اُسی کی دنیا میں آدمی یہ
 خیال کرتا ہے کہ وہ بعد مرنے کے جائیگا لیکن بلا کسی امید کے کہ جس بڑا اور
 انگساری سے وہ اس جہان میں رہا ہے اُسکے عیوض میں اُسے دوسرے
 جہان میں کوئی اور پیچھے آئیہ الی خوشی بھی میسر ہوگی۔

نقد و تشن کا نابینا خداوند حقیقت میں اسقدر نفس کشی کا متحق ہے
 جسقدر یہ صوفیان کا اور غالباً اس میں یہ بات بھی حاصل ہو گئی ہوگی۔ عرخیام
 کے اشعار کی روایت اگر ”بیابا کہ بخویم“ نہیں ہے تو یہ ضرور ہے ”بنو شیم
 فرد از نہ نخواستیم مانڈ“ اور اگر حافظ کی مراد ایسی زبان سے اور ہی کچھ تھی
 تو بیشک اُسے اپنی فراست کا غلط اندازہ کیا ورنہ حالیکہ اُس نے اپنی عمر
 اور دانی کو ایسی بہم اور پیچیدہ نظم آرائی میں صرف کیا جسکو کہ اُسکے زمانے
 سے آج تک برابر پاک اور قدسی عابدوں کے علاوہ ہی ہر ایک شخص کا چکا ہو۔
 مگر چونکہ سلسلہ سلسلہ یہ خیال برابر چلا آیا ہے اور واقعی بعض علما کی بھی
 یہی رائے ہے کہ عرخیام ایک صوفی (بلکہ درویش منش آدمی) تھا جو صاحب
 چاہن اُسکے مے اور ساقی کے اسی طرح کے معنی سمجھ لیں۔ لیکن چونکہ

یہ بات تاریخ سے مانی گئی ہے کہ یہ ایک فلسفی اور عالمانہ نظر اور ایسی قابلیت کا ادبی تھا جو اسکے زمانے اور اسکے ملک سے کہیں دور تھی۔ اور دنیا کی تہمتا اسے اسقدر اعتدال کے ساتھ ملتی جتنی ایک فلسفی کو ہونی چاہیے اور اسکی ضروریات بھی اسقدر معتدل یقین کہ مشکل سے ایک زہد مشرب آدمی کے لیے کافی ہو سکتی یقین اسلیے بعض پڑھنے والے میرے ہم خیال ہونگے کہ جبکہ وہ شراب جسکا عمر تذکرہ کرتا ہے صرف انگور کا عرق تھی۔ اُسے جسقدر کہ اُسے پیا اُس سے زیادہ اُس نے اقدس کے مقابلے میں تعلیٰ کی کی جیسے کہ اپنے مطیعوں اور میکشون کو ایک نالیش اور تنفر کی حالت میں ڈبو دیا۔ فقط

رباعیت مخفیہ

۱	آند حرمی نذر از سجنان ما	۱	کاسے زند خراماتی دیوانه
۲	بر خیز که پر کنسیم پیمان زمر	۲	زان پیش که پر کنند پیمان ما
۳	امشب بر ما مست که آورده ترا	۳	وز پرده بدین دست که آورده ترا
۴	نزدیک گسے که میتو در آتش بود	۴	چون باد همین جست که آورده ترا
۵	این دهر که بود بدست منزل ما	۵	تا بد بجز از بلا و غم حاصل ما
۶	افسوس که حل گشت یک مشکل ما	۶	رفیق و هنر از حسرت اندر دل ما
۷	اے خواجہ یکے کام روا کن مارا	۷	دم در کش و در کار خدا کن مارا
۸	مار است رویم و لیک تو کج بینی	۸	رو چاره دیدہ کن رہا کن مارا
۹	بر خیز و بیا بیا بر اے دل ما	۹	حل کن به جمال خویشتن مشکل ما
۱۰	یک کوزه می یار تا نوش کنیم	۱۰	زان پیش که کوزه پاکند از گل ما
۱۱	چون فوت شوم بیا ده شوئید مرا	۱۱	تلفیق ز شراب و جام گوئید مرا
۱۲	خواهید برو ز حشر یا بید مرا	۱۲	از خاک در میکده جوئید مرا
۱۳	چون عہدہ نمیشود گسے فردا را	۱۳	حالی خوش کن این دل پر بودا را
۱۴	ے نوش بنور ماه اے ماه که ماد	۱۴	بسیار بتابد و شب بد مارا
۱۵	عاشق همه سالہ مست و شیدا بادا	۱۵	دیوانہ و شوریدہ و رسوا بادا
۱۶	در بهیاری غفہ هر چیز خوریم	۱۶	در مست شویم هر چه بادا بادا
۱۷	عاقل بچہ اسید درین شوم سرا	۱۷	بر دولت او خند دل از بهر خدا
۱۸	ہر گاہ کہ خواہد بنشیند از پا لہ	۱۸	گیر واد جلیش دست کہ بالاب
۱۹	قرآن کہ ہمین کلام خوانند او را	۱۹	کہ گاہ نہ بردوام خوانند او را
۲۰	در حفظ پیالہ آتیه روشن ہست	۲۰	کاندر ہمہ جا عدم خوانند او را
۲۱	گر می بخوری طعمہ مزین مستان را	۲۱	گر تو بہ بد تو بہ کسم یزدان را
۲۲	تو مخمیر بدین کنی کہ من می بخورم	۲۲	صد کہار کنی کہ می غلام ہست آن را
۲۳	ہر چند کہ رنگ و بو سے زیباست مرا	۲۳	چون نالہ رخ و چو سرو بالا مست مرا

معلوم نشد که در طر بجان خاک
 از آتش مالد و کجا بود اینج
 آنکس که مرا نام حسدا باقی کرد
 بت گفت بر بت پرست کما عابد ما
 بر ما بجال خود تجلی کرد دست
 تا بتوانی رنجی مگردان کس را
 اگر راحت جاودان طبع میداری
 اے کرده بلطف و قهر تو صنع خدا
 بزم تو بهشت است و مرا چیزی نیست
 چند آن بخورم شراب کین بود شراب
 تا بر سر خاک من رسد غمخور
 در رازینا ز هر دله را در یاب
 صد کعبه آب و گل یکدل نرسد
 روزی که بدست برنهم جام شراب
 صد معجزه پیدا کنم اندر هر باب
 روزی که دو ملتست من خورم نان
 دانی که جهان را بخرابی دارد
 ما کیم نهاده سر بفرمان شراب
 هم ساقی ما حلق صراحی در دست
 ما کیم می و مطرب و این کج خراب
 فارغ ز امید رحمت و بیم عذاب
 با لطمی گفت ما همی در بت و تاب
 بط گفت چو من و تو بگشتم کیاب
 از منزل کفر تا بدین کی نفس گشت
 این کی نفس عزیز را خوش میدار
 نقاش من از هر چه آراست مرا
 وز مایه ماسود کجا بود اینج
 در اصل خرابات کجا بود اینج
 دانی ز چه روی گشته ساجد ما
 آنکس که زلزلت ناظر او شد اهدا
 بر آتش خشم خویش نشان کس را
 میرنج همیشه و مر بجان کس را
 در عهد اندل بهشت و دوزخ پیدا
 چو نیست که در بهشت ره نیست مرا
 آید ز تراب چون روم زیر تراب
 از بول شراب من شود مست و خراب
 در کوه حقو ر مقله را در یاب
 کعبه چه روی برود لے را در یاب
 وز غایت خرمی شوم مست و خراب
 زین طبع چو آتش سخناے چو آب
 کین بر گزشتہ در نیابی در یاب
 تو نیز شب در روزی باش خراب
 جان کرده فدای لب خندان شراب
 هم بر لب ساغر آمده جان شراب
 جان و دل جام و جامه درین شراب
 از ادوز یاد خاک آتش و آب
 باشد که بجوے رفته باز آید آب
 بود از پس مرگ من چه دریا و تراب
 و در عالم شک تا بهیقین کی نفس گشت
 که حاصل عمر ما همین کی نفس گشت

اے چرخ فلک خرابی از کینہ لست
اے خاک اگر سینه تو بشکافند
این یک دوسر روزہ نوبت عمر گذشت
ہرگز غم دور روز مرا یاد نگشت
آن لعل گران بہار کانے دگرست
اندیشہ این و آن خیال من و لست
امروز کہ نوبت جوانی من است
عیش کمیند اگر چہ تلخ است خوش است
اے دل چو نصیب تو ہمہ خون شد لست
اے جان تو درین تم چہ کار آید
امروز ترا دست رس فردا نیست
صانع مکن ایندم اردت شد نیست
از ہرزہ بہر درے نمی باید تاخت
از طاسک چرخ و کعبتین تقدیر
این کوزہ چمن عاشق زاری بویست
این دستہ کہ در گردن او مے بینی
پیش از من و تو لیل و نہار می بودست
تر نہار قدم نجاک آہستہ نمی
بتخانہ و کعبہ خانہ بندگیست
ز تار و کلیسیا و تسبیح و صلیب
بر لوح نشان بود دنیا بودہ است
اندر تقدیر ہر چہ بایست براد
یا ہر بد و نیک را از متوانم گفت
حالے دارم کہ شرح نتوانم داد
با مادرم قلب شیکر و جفت

بیدادگری شیوہ دیرینہ لست
بس گو ہر قیمتی کہ در سینه لست
چون آب بچو سبار چون باد بہشت
روزے کہ نیامدست و روزہ گذشت
وان در یگانہ را نشانے دگرست
افسانہ عشق از زبانے دگرست
میتوشم از آنکہ کامرانی من است
تلمست از آنکہ زندگی من است
احوال تو ہر لحظہ دگرگون شد لست
چون عاقبت کار تو بیرون شد لست
و اندیشہ فردات بجز سودا نیست
کین باقی عمر را بقا پیدا نیست
بایک و بد زمانے باید ساخت
ہر نقش کہ پیدا شود آن باید باخت
در بند سیر زلف نگاری بودست
دستیست کہ بر گردن یارے بودست
گر دندہ فلک ز بہر کارے بودست
کان مرد یک چشم نگاری بودست
ناقص زدن ترانہ بندگیست
حقا کہ ہمہ نشانہ بندگیست
پیوستہ قلم ز نیک و بد آسودہ است
غم خوردن و کوشیدن با پیودہ است
کو تہ سمعتم در از متوانم گفت
رازی دارم کہ باز نتوانم گفت
جاہد ب حریفانہ ما پاک بر رفت

پیر خورشید ابیات بر من آموخت
 با حکم خدا بجز رضا در نگر فست
 هر چلی که در لغت و عقل آید
 بیگان اگر وفا کند خویش من است
 گر ز هر موافقت کند تو یک است
 پر خون ز فراقت جگر نیست که نیست
 یا آنکه نه ای سر سودا اے کس
 تا بهشیارم طرب ز من پنهان است
 حال نیست بیان سستی و بهشیاری
 ترکیب پیال که در هم پیوست
 چندین سرو پاست تا زین و کف دست
 ترس اجل و دهم فاستی تست
 تا از دم عیسوی شدم زنده بجان
 چون لاله بنور در قدر کسیر هست
 سے نوش بجز می که این پسر خ کبود
 چون کار ز بر مراد ما خواهد رفت
 پیوسته نشسته ایم از سر تا کف
 جهان ز بهر گنه این ماتم چیست
 آرزو که گنه نه کرد و غفران بود
 در پرده اسرار کس راه نیست
 جز در دل خاک تیره منزل گه نیست
 در عالم پیوفا که منزل گه نیست
 چون رو س تو ماه نیست روشن گنم
 در صومعه و در راه و دیرو کشت
 آنکس که ز اسرار خدا با خبر است

می خور که بمرات سے باید خفت
 با خلق بجز رو س و ریاد در نگر فست
 کر دیم و لبیک با قصدا در نگر فست
 در خویش خطا کند بد اندیش من است
 و ز نوش مخالفت کند نش من است
 شیدا س تو صاحب نظر نیست که نیست
 سودا س تو در بیج سر نیست که نیست
 چون مست شدم در خردم نقصان است
 من بنده آنکه زندگانی آلت است
 بشکستن آن کجا رو داد و دست
 از هر چه ساخت و بکین چه شکست
 ورنه ز فاشا رخ بقا خواهد رست
 مرگ ابد از وجود من دست نیست
 یا لاله رخ اگر نه افرمت هست
 ناگاه ترا چو باد گرد اند پست
 اندیشه جمد ما کجا خواهد رفت
 دیر آمده ایم و زود میاید رفت
 و ز خوردن غم فایده بیش و کم چیست
 نفس من ز بر اے گنه آند غم چیست
 زین یقین جان هیچ کس اگر نیست
 انوس که این فشا نه کوه نیست
 بسیار بهیتم بقیاسی که مر است
 چون نه تو سر نیست بیگویم رست
 تر سنده ز دویخ اند و جویا نیست
 کزین تم در اندرون خود هیچ نکشت

دنیا دیدی و هر چه دیدی بیخ است
 سرتاسر آفاق و دوی بیخ است
 در خواب بوم مرا خربندست گفت
 کارے چه کنی که با ایل باشد جفت
 دل سر حیات اگر گاه بی دانست
 اکنون که تو با خودی ندانستی بیخ
 روزیکه شود اذ السماء الفطرت
 من دامن تو بگیرم اندر رحمت
 ستر از همه ناکسان نهان باید داشت
 بنگر که بجای مردمان خود چه کنی
 ساقی چو زمانه در شکست من دست
 اگر زانکه میان من و تو جامی است
 عمر بگل و بادیه بر تقسیم بخش
 باز بچو نشد بیخ مرادے حاصل
 بے در کف من نه که ولم در تابست
 برخیز که بیداری دولت خوابست
 با کافر عشق و مسلمان دگر است
 از مار رخ زرد و جامه کهنه طلب
 بے خوردن و شاد بودن آیین نیست
 گفتم بروس دهر گاه بین تو چیست
 بے لایق سجوم نه در خور دگشت
 چون کافر در دیشم چون تیر نیست
 گفت بسک خاندی ماند راست
 رویه صفت و خواب خرگوش دهد
 هم سبزه که در کنار جوی است

۵۰ وان نیز که گفتی و شنیدی بچیت
 ۵۱ وان نیز که در خانه خریدی بچیت
 که خواب کسے را گل شادی گفت
 سے خور که بزیر خاک می باید خفت
 در موت هم اسرار اتی دانست
 ۵۲ فردا که ز خود روی چه خواهی داشت
 و اندم که شود اذ الخوم الکدرت
 ۵۳ گویم عنایا بای ذنب تست
 ۵۴ راز از همه ابلهان نهان باید داشت
 چشم از همه مردمان نهان باید داشت
 دنیا سر اچو نشست من دست
 ۵۵ سیدان یقین که حق بدست من است
 یک کار من از دور جهان اسیرت
 ۵۶ از هر چه گذشتیم گذشتیم گذشت
 دین عمر که نریا بے چون سیاست
 ۵۷ در باب که آتش جوانی آبست
 نامور ضیفیم و سلیمان دگر است
 ۵۸ باز از چو قلب فروشان دگر است
 فایده بودن ز کفر و دین دین نیست
 ۵۹ گفتا دل خرم تو کاهین من است
 ۶۰ ایزد داند گل مرا از چه سرشت
 ۶۱ نه دین و نه دنیا و نه اسید بهشت
 جز بانگ بیان تنی از ادب نوبت
 ۶۲ آشوب پلنگ دارد و گرگ دناست
 ۶۳ گوی ز لب فرشته خوسرست

بان بر سر سبزہ پانچواری نہ منی
 ہر دل کہ در او نور محبت برشت
 ۶۳ در دفتر عشق ہر کہ را نام نوشت
 یکجہ دے ز ملک کاؤس بہرست
 ۶۴ ہر نالہ کہ عاشقے بر آمد وہ سحر
 ہر چند کہ از گناہ بد بستم وزشت
 ۶۵ اما ترے کہ میسر دم از قنوری
 مے خوردن سن نہ از بر اسے دلست
 ۶۶ خواہم کہ زینجودی بر آمد مٹنے
 گویند کہ دوزخی بود مردم مست
 ۶۷ اگر عاشق دست دوزخی خواہد بود
 گویند مخور بادہ کہ شعبان نہ دست
 ۶۸ شعبان ورجب ماہ خداست رسول
 آخر رمضان موسم بادہ برفت
 ۶۹ ہر بادہ کہ داشتیم ناخوردہ بماند
 این کہنے رباط را کہ عالم نامست
 ۷۰ بزیست کہ وانا ندہ جا بیدست
 اکنون کہ گل سعادتت بر بارست
 ۷۱ مے خورد کہ زمانہ دشمن غذاست
 آن قصر کہ بہرام در دجام گرفت
 ۷۲ بہرام کہ گور میگیرفتے بر گشت
 ابر آمد و باز بر سر سبزہ گریست
 ۷۳ این سبزہ کہ امروز تماشاگہ ماست
 امروز کہ آوینہ مراد را نام است
 ۷۴ ہر روز اگر بلیقہ دج مے خوردی
 کان سبزہ بجاگ لالہ روسے رشتست
 اگر ساکن مسجد است و گزراہل کشتست
 ۷۵ آزاو نہ دوزخ است و فارغ بہشت
 وز تخت قباد و ملک طوس بہست
 ۷۶ از نغہ ز اہدان ساہوس بہست
 نوید نیم چوبت پرستان ز کشتست
 ۷۷ مخواستہم و معشوقہ چہ دوزخ چہ بہشت
 تیر بہر نساہ و ترک دین وادہست
 ۷۸ مخواستہم و مست بودیم زین سہلست
 قولست خلافت دل دلا و توانست
 ۷۹ فردا باشد بہشت همچون کف دست
 نہ نیز رجب کہ آن بہر خاص خداست
 ۸۰ مادر رمضان خوریم کان خاصہ مات
 دورے تاب و ران کسادہ برفت
 ۸۱ ہر قعبہ کہ یافتیم ناگادہ برفت
 آرام گہ ابلق صبح و شام است
 ۸۲ گورست کہ تکیہ گاہ صد بہرامست
 دست تو ز جام مے چرا بیکارست
 ۸۳ در یافتن روز چین دشوار است
 آہو برہ کہ دوشیر آمد گہ رفت
 ۸۴ دیدی کہ چگونہ گور بہرام گرفت
 بے بادہ از خوان نمی باید زریست
 ۸۵ تا سبزہ خاک ماتما شاگہ کیست
 مے نوش کن از قدح چہ جا بہست
 ۸۶ امروز دوزخ کہ سید الایامست

آن باد که قابل تصور هست بذات
 تا ظن نبوی که هست گرد و هیات
 از آنش این طالع خرد و دے نیست
 دست که ز دست چرخ بر سر دایم
 آنکس که بکلی ترکبیه بر دست
 آن یکه که درین زمانه گمیری دوست
 اے پسر این شکل بچشم است
 خوش باش که در نشین کون و فضا
 با مطرب و می حور سستی گره هست
 به زمین مطلب و دوزخ فرسوده شب
 پسر خرابات بر دامن دوست
 گفتیم شینا ترا چه حال آمد پیش
 چون بیل مست راه در لبستان نیست
 آمد بزبان حالی در گوشت گفت
 حیات من بچینه ماند راست
 فرآش اجل ز مهر دیگر منزل
 حیاتم که خیمه های حکمت میدوخت
 مقراض اجل طلب عرش برید
 در فصل بهار بابت حور سشت
 هر چند به نزد عام بد باشد این
 در جام طرب باد گل رنگ خوشست
 زاهد که خبر نداند از جام شراب
 دوران جهان بے دوسانی خوش نیست
 هر چند در احوال جهان می گورم
 در یاب که از روح حیدر خواهی رفت

گاسه حیوان همی شود و گاه نبات
 موصوف بذات اگر نیست صفات
 و زنج کسم اسید هب و دے نیست
 در دامن هر که میز نیم سود دے نیست
 اگر چشم خرد باز کنی و شمت دوست
 با اهل زمانه صحبت از دور نکوست
 دین طارم نه پسر ارقم بیج ست
 وابسته یکدسیم و آن هم بیج ست
 با آب روان کنایه کشتی گره هست
 حقا که جز این نیست بهشتی گره هست
 سجاده بدوش و کاسه باد بدست
 گفتای خور که کار عالم باد است
 روی گل و جام باد را خندان نیست
 در یاب که عمر رفته را نتوان یافت
 سلطان روح است و نیش زلف است
 ویران کند این خمیر چه سلطان برخت
 در کوره غم فنا و دونا گاه بسوخت
 دلال قضا بر ایگانش بفرودخت
 یک کوزه ای اگر بود بر لب کشت
 از سنگ بترم اگر کنم یاد بهشت
 با نغمه عود و ناله چنگ خوشست
 دور از بر ما نیز از فرسنگ خوشست
 بے زفر نه تاسه عراقی خوش نیست
 حاصل همه عشرتست و باقی خوش نیست
 در پرده اسرار خدا خواهی رفت

سے خور که ندانی از کب آمده
 رفتن چو حقیقت است پس بودن چیست
 جای که بمصلحت نه خوانند گذاشت
 عمریست که مداحی سے ورد نیست
 زاید اگر استاد تو عقلست اینجا
 فاسق خوانند مردمانم پیوست
 بر من بخلان شرع اسے اہل صلاح
 اگر در پیے شدت و ہوا خواہی رفت
 بنگر چہ کشتی و از کب آمده
 گردون کمر سے ز عمر فرسودہ ماست
 دو زرخ شتر سے ز رنج ہودہ بہت
 سن بندہ عاصم رضا سے تو کجاست
 مارا تو بہشت اگر بطاعت بخشی
 سن هیچ ندانم کہ مرا آن کہ سرشت
 ہمارے ہوتے و بر بلطرب لب کشت
 سن بخورم و مخالفان از چپ و دست
 چون دانستم کہ سے عدد دینست
 نیکی دہی کہ در نہاد ہشت است
 با چرخ کن حوالہ کا ندر رہ عقل
 تیر کہ اجل کشد سپر ہائے بہت
 چند انکہ بر سے کلام یاد در نگر
 ہر دل کہ در و مایہ بجزیر کم است
 جز خاطر فارغ کہ تشاے دارد
 ہر کو طرے ز عقل و دل کی ہشت
 یا در طلب رضا سے یزدان کو شید

خوشباشش ندانی کہ کجا خواہی رفت
 را و طمع محال پیوون چیست
 فارغ ز سفر بودن و آسودن چیست
 و اسباب میست ہر چہ در گرد نیست
 خوشباش کہ استاد تو شاگرد نیست
 سن بکینم خیال نشان بر من بہت
 جز خمر و لواط و زنا جرم نہ است
 از من خبرت کہ بنیاد خواہی رفت
 میدان کہ چہ میکنی کجا خواہی رفت
 جیون اثر سے ز چشم پا بودہ ماست
 فردوس سے ز وقت آسودہ ماست
 تاریک و لم نور و صفای تو کجاست
 این نزد بود و لطف و عطا سے تو کجاست
 کہ و اہل بہشت خوب یا دورخ زشت
 این ہر سہ مرا نقد و تراز سبب بہشت
 گویند خور بادہ کہ دین را اعد بہت
 واللہ بخورم خون عدد و اگر وہ است
 شادی و غمی کہ در قضا و قدر است
 چرخ از تو نزار بار بیچارہ تراست
 وین جتنی دسیم و زہر ہائے بچہست
 نیکیست کہ نیکیست و گہ ہائے بچہست
 بیچارہ ہمہ عمر ندیم ندیم است
 باقی ہر چہ بہت اسباب غم است
 بیکر و ز عمر خویش ضائع نگذاشت
 یا راحت خود گردید و ساغر برداشت

یزدان چو گل وجود ما را اگر است
 بے حکمش نیست هر گناهی که مر است
 یکسفته شراب خورده باشی بیست
 در مذنب مانشنبه و آدینه یک نیست
 یا رب تو کبھی و کبھی کرم است
 با طاعتم از بخشش آن نیست کرم
 هوش دار که روزگار شورانگیز است
 در کام تو که زمانه نوزینه نهد
 هر جا که گله و لاله زار بود دست
 بر برگ بنفشه که زمین می روید
 می لعل مذاب است و صراحی گشت
 آن جام بلورین که ز می خندانست
 می نوش که عمر جاودانی اینست
 بنگام گل است دل و دیار آن مرست
 و خور که بزیر گل بے خوابی خفت
 از نهال کس مگو تو این را ز نهفت
 گو پند مرا چو سوراخو ز خوش است
 این نقد بگیر و دست از آن بسپارد
 دل گفت مرا علم لدنی هموس است
 گفت که الف گفت و گوی سچ مگو
 چون آموختم سخن نه بد و نه خست
 برخیز و میان بیدار ساقی هست
 تا چن ز تخم بر دے و ریاه خشت
 حیا م که گفت و دوزخی خواهد بود
 بر چهره گل نسیم نور روز خشت

و است ز فضل ما چه خواهد برخاست
 پس سوختن قیامت از بهر چه خست
 بان تا نهی می بر و ز آدینه نزدست
 جبار پرست باش نه روز پرست
 عاصی ز چه نه و برون ندر باغ از دست
 با معصیت اگر بخشش کرم است
 ایمن منشین که تیغ دوران تیز است
 از نهال فرو میر که زهر آمیز است
 از سرخی خون شهر پادشاه بود دست
 خالیست که بر رخ نگار بود دست
 جصمت پیاله و شرابش جانست
 اشک است که خون دل در دو پنهانست
 خود حاصلت از دور جوانی اینست
 خوش باش دے که زندگانی اینست
 بے مونس و بے حریف و بی مدد حق
 هر لاله پژمرده بخوابد بگفت
 من میگویی که آب انگور خوش است
 بیا از دل شنیدن از دور خوش است
 تسلیم بکن اگر فرا دست رس است
 در خانه اگر کس است یحیی است
 وین رفیق پیر او غریبست و در است
 کا ندوه جهان بجای فرو خاشاک است
 بشیر از شدم زبنت پرستان گشت
 که رفت بدو رخ و که آمد بهشت
 در صحن چین روسته دل فرو ز خشت

از دی که گذشت هر چه گوئی خوش نیست
 بر خیز و بده باد چه جائی سخن نیست
 مارا چو رخ خورشید سبزه گلگون ده
 بر تریز سپهر خاطر مروت زخمت
 پس گفت مرا معلم از راه درست
 آنرا که برین سال تحقیق زست
 هر کس زده است دست در شایسته
 اکنون که جهان را بخوشی دست نیست
 بر هر شاخه طلوع موسی و سیمیت
 ای وای بر آن دل که در و سوز نیست
 روزی که تو بے عشق بسر خوی برو
 از باد صبا دم جو بوی تو گرفت
 اکنون ز تنش هیچ نماند آید یاد
 با باد نشین که ملک محمود این است
 از آئینه و رفته و گریه و کن
 ده عقل و زنده و رواق و زهشت بهشت
 گریز حواس و چار ارکان و سه روح
 دید نیست که صد هزار عیسی و بدست
 قمر نیست که صد هزار قیصر بگذشت
 سیم از چرخهای خود مستد است
 از دست متقی بنفشه سر بر زانو است
 بس خون کسان که چرخ بیابک بر خیزت
 بر حسن و جوانی ای پسر غزه مشو
 جز حق حکم که حکم را شاید نیست
 هر چه که هست آن چنان می باید

خوش باش وز دی مگو که امر و زوشت
 که مشب و بن تنگ تو روزی کن
 کین نوبت من چو زلف تو بکشنت
 لوح و قلم و بهشت و دوزخ می جبت
 لوح قلم و بهشت و دوزخ با ست
 زانست که او نیست درین راه درست
 امر و زوچ وی شناس و فردا چوشت
 هر زنده دلی را سوسه صحرای نیست
 در هر لقمه خورش عیسی نفس نیست
 سودا زده مهر دل فرو ر نیست
 ضایع تر از آن روز و تر از روز نیست
 مارا بگذشت جبت و جو تو گرفت
 بوی تو گرفته بود و جو تو گرفت
 وز چنگ مشکو که لمن داو این است
 حاشای خوش باش زانکه مقصود این است
 بهشت اخترم از شربت این نماند
 ایزد بدو عالم چو تو یکتا نه سرشت
 طور نیست که صد هزار موسی و بدست
 طاق نیست که صد هزار کسری و بدست
 بے سیمان را باغ جهان زناست
 وز کبیره زرد بان گل خدا نیست
 بس گل که بر آمد از گل و پاک بر خیزت
 بس غنچه نا تشگفته بر خاک بر خیزت
 بهستی که ز حکم او برون آید نیست
 پشیمانی که آنچنان نمی باید نیست

این کبند لاجوردی و زترین طشت
 ۱۲۵ یخیز از قضاے دوران قصا
 و ازنده چه ترکیب طبائع آراست
 ۱۲۶ گریک اند شگستن از بهر چه بود
 بادشمن و دوست فعل نیکو نیکو ست
 ۱۲۷ بادشمن چه بد کنی شود دشمن تو
 و ریشم حقیقان چه زیبا چه زشت
 ۱۲۸ پوشیدن بیدلان چه طاس چپلاش
 بسیار بگشتم بگرد و دشت
 ۱۲۹ از کس نشنیدیم که آمد زین راه
 آباد خرابات زمره خوروان ماست
 ۱۳۰ گر من نگویم گناه رحمت که کند
 این هستی تو هستی هسته دگر ست
 ۱۳۱ روبرو بگریبان تفکر و رکش
 از فضل عفان بهیج و در ساغر بیج
 دستار نقب بپاوه بفروش و ترش
 ۱۳۲ بگر ز جهان چه طوت بر بستم بیج
 شمع طربم و لے چو بنشتم بیج
 چون جان بلب آمد چه نشا پود چه بیج
 ۱۳۳ مے نوش که بعد از من و تو ماه بے
 او عارض تو نهاد بر نسیرین طرح
 دے غمره تو داد و شته بابل را
 ۱۳۴ این قافله عمر عجب میگذرد
 ساقی غم فرداے حریفان چه خوری
 ۱۳۵ آنکس که زمین و چرخ و افلاک نهاد

بسیار بگشتم و دگر خواهر گشت
 ۱۲۵ ما نیز چه دیگران رسیدیم و گذشت
 از بهر چه او قلندش اندر کم و کاست
 ۱۲۶ در نیک نیاید این صوریب کراست
 بد که کند آنکه نیکیش عادت و دوست
 ۱۲۷ بادشمن اگر نیک کنی گردد دوست
 منزل بگر عاشقان چه دوزخ چه بهشت
 ۱۲۸ زیر سر عاشقان چه بالین چه خشت
 اندر همه آفاق بگشتم به گشت
 ۱۲۹ راهی که برفت راه رو باز گشت
 خون و هزار توبه و دگر گون ماست
 ۱۳۰ رحمت همه موقوف کند گردن ماست
 دین مستی تو مستی هسته دگر ست
 ۱۳۱ کین دست تو آستین هسته دگر ست
 از خلد و سفر بگذر و در کوثر بیج
 ۱۳۲ کم کن قصبه پس طرے بر سر بیج
 در عامل عمر چیست دروتم بیج
 ۱۳۳ سن جام جسم و لے چو بگشتم بیج
 پیمان چه پر شود چه شیرین و چه بیج
 ۱۳۴ از سلخ بغره آید از غمره سلخ
 روے تو قلند بر تیان چین طرح
 ۱۳۵ اسپ و مرغ و فیل و بیدق و فرین طرح
 در یاب و مے که از طرب میگذرد
 ۱۳۶ پیش آریا له را که شب میگذرد
 ۱۳۷ بس داغ که او بر دل غناک نهاد

و در طلب زمین و حق خاک نهاد
 چون از همه حالهای او با خبرید
 مان یا رطلب کنید وین باده خورید
 وین روی چه کبر یا چو با قوت کنید
 و ز چوب رزم بخت تا بوت کنید
 و اگر ایش مشتری و پر وین کردند
 مارا چه گنه قسمت ما این کردند
 اسباب تمام تا تمامان دارند
 ملکیت که شاگرد و غلامان دارند
 کم بود ز اسرار که مفهوم نشد
 عمرم بگذشت و هیچ معلوم نشد
 زیرا که بزیربار سنا لوس دارند
 اسلام فرد شدند و زکا فرستند
 این نکته بگوید آنکه او اهل بود
 نزدیک حکیم غایت جمل بود
 جز حیرتم از حیات چیز نفوذ
 زمین آمدن و رفتن و بودن مقصود
 از آتش سینه ایم از سر گذرد
 مخدوم بلطف خویش از سر گذرد
 بر اوج فلک براق فکرت را نشد
 سرگشته و سرنگون و سرگردان شد
 پس درد و جهان حرام مرا گم کرد
 پیغمبر حرام می برده کرد
 یک بدم بختی خسته خام نهاد
 امروز که در دست بزم چای نهاد

بسیار لب چو لعل و زلفین چو مشک
 از بخیران عشوه و دنیا خسرید
 وین عمر عزیز خویش در سبب باد
 ای همفسان مرا زمره قوت کنید
 چون مرده شوم بکجه بشوید مرا
 آن روز که تو سن فلک زمین کردند
 این بود نصیب باز دیوان قضا
 افسوس که نان بخت خامان دارند
 چشم خوش ترکان تماشا دلست
 اکنون که دم زمره غم و غم نشد
 چون نیک بی بگرم از روی خود
 آن قوم که سجاده پرستند خسرند
 وین از همه طرفه تر که در پرده زهر
 آنکس که گنه به نزد او سهل بود
 علم از بی علت عصبان کردن
 آورد با فطر ایم اول بوجود
 رفیق با گراه و ندانیم چه بود
 از نشانه جسمم چو بخاطر گذرد
 لیکن شمر هست بنده چون تو بر کن
 آهنا که خلاصه جهان ایشانند
 در معرفت ذات تو مانند فلک
 این روز بهشت وعده یا ماسکود
 تخفیه ز عیب با فخر حمزه پیکر کرد
 اکنون که ز خوشی کس نام نهاد
 دوست طرب از ساغر می یا تر بگیر

ای بس که نباشیم و جهان خواهد بود
 زمین پیش نبودیم و نسبد هیچ خیال
 آئینا که جهان زیر کدم فرستودند
 آسمان که غیبشوم که ایشان هرگز
 افسوس که سر بایزگفت بیرون شد
 کس نام از اینان که پرسم از دوسه
 این جمع اکابر که مناصب دارند
 و آنکس که اسیر حرص و عین ایشان است
 این چرخ جفا پیشه همسایه بنیاد
 هر جا که دله دید که داغ دارد
 افسوس که نامه جوانی طے شد
 آن مرغ طرب که نام او بود شباب
 باین دوسه نادان که جهان دارند
 خوشباش که خور می ایشان بمش
 پیوسته خرابات ز رندان خوشبای
 آن دلق بصد پاره و آن صوفی کبود
 ناچند اسیر رنگ و بو خواهی شد
 اگر چشمه زمزمی دگر آب حیات
 تا یار شراب جان فزایم ز دهر
 گویند که تو بیکن اگر وقت آید
 چون مرده شوم خاک مرا کم سازید
 خاک تن من بیاوه آغشته کنید
 میام اگر چه خاک چسبند
 چون شکل سباب یاده در جام وجود
 خوش باش که غصه بیکر آن خواهد بود

فے نام ز ما و سنے نشان خواهد بود
 زمین پس چو نباشیم و جهان خواهد بود
 و اندر طلبش هر دو جهان پیودند
 زمین حال چنانکه هست اگر بودند
 و ز دوست اجل بیه جگر با خون شد
 کا حوال مسافران عالم چون شد
 از غصه و غم ز جهان خود بیارند
 وین طرف که آدمیش می شناسند
 هرگز گره کار کس را نکشد
 داغ و گریه بر سر آن داغ نهاد
 وین تازه بهار شادمانی طے شد
 فریاد ندانم که که آمد که شد
 از جهل که دانای جهان ایشانند
 هر کوه غصه کافرش سید اند
 در دامن زهر زاهدان آتش باد
 افتاده بنیر یاسه در دی کش باد
 چند آریه بر زشت و نکو خواهی شد
 آخر بدلی خاک فرو خواهی شد
 صد بوسه فلک بر سر و پایم ندید
 چون تو بکم تا که خدایم ندید
 و احوال مرا عبسرت مردم سازید
 و ز کالبدم خشت سر خم سازید
 ز دخیله و در بستی در گشت و شنود
 ساقی ازل نزار غیثام نمود
 بر چرخ تران اتران خواهد بود

خسته که ز قلب تو خواست زدن
خرم دل آنکس که مسموم نشد
سیرت سفت بفرش پر وازس کرد
حال گل دل با ده پرستان دانند
از بجزری به بستران معذورند
در بیکه جریه وضو نتوان کرد
محو که کنون پرده مستوری ما
دام بامید روزگار بر باد
زان بترسم که روزگارم نبرد
در عالم جان بهوش بیاید بود
تا چشم وزبان و گوش بر جا باشند
در دهر بر آن که نیم نماند
نه خادم کس بود نه خدوم کس
در ملک تو از طاعت من هیچ فرود
بگذار و بگیر چونکه سلوتم نشد
دسته چو نه که جام و ساغر گیر
تو ز ابد خوشی و منم فاسق تر
در دهر کس بگنجد از سز رسید
در شانه نگر که تا بعد شایخ نشد
در دست همیشه آب انگورم یاد
گویند مرا که ایزد توبه دباد
رفتم زمانه آشفته بماند
افسوس که صد هزار معنی دقیق
روز بخت خوش دهم اگر مست و نه سرد
بمسبل بزبان حال بابا گل زرد

ایوان سراسر دیگران خواهد بود
در جبهه و در اعلا و در صوت نشد
در کج خرابه جهان بوفت نشد
نه تنگدلان و تنگستان دانند
ذوقیست درین شیوه که مستان دهمند
وان نام که ز شست شد نکو نتوان کرد
بدریده چنان شد که رفو نتوان کرد
تا بود ز روزگار خود روزگار نشاد
چند آنکه ز روزگار بستانم داد
در کار جهان خموش می باید بود
بچشم وزبان و گوش می باید بود
از بهر نشست آشیانی دارد
گوشتاد بزی که خوش جهانم دارد
وز معیشت که رفت نقصانم بود
گیرنده و دیر می و گذارنده زود
حیث است که او دفتر و منبر گیر
آتش نشینده ام که در تر گیر
تا بر دلش از زمانه خار سز رسید
دستش بسوزد لغت نگار سز رسید
در سر هوس بتان چون حورم یاد
او خود بدین بکنم دورم یاد
با آنکه ز صد گم یک سفته ماند
از بخیر و بدی خلق ناگفته بماند
ایر از رخ گلزار بهی شوید گم
فریاد بهی زند که می باید خورد

زان پیش که عنایت غنچون آرند
 قوز ز زاسے غافل نادان که ترا
 از آمدنم بنو دگر دون را سود
 وز بیکیه نیند و گوشتم نشود
 سرت همه داناے فلک میداند
 گیرم که بزرق خلق را بفریبی
 سود از ده را باده پروبال بود
 ماه رمضان باده نخوردیم و برقت
 شب نیست که عقل در تحیر نشود
 پر می نشود کاسه سرانه سودا
 طبعم بنام زور و زده چون مائل شد
 افسوس که آن وضو باده لشکست
 طبع همه باروے چو گل پیوندد
 از هر جزوے نصیب خود بردارم
 حقیقه که مجازی بود آتش بنود
 عاشق باید که ماه و سال و شب روز
 عمرت تا که بخود پرستی گذرد
 می نوش که عمرے که جل در پرستی
 تو ز گزرات در غرور افتادند
 معلوم شود چو پردا بردارند
 گویند و بهشت و حور و عین خواهد بود
 اگر مای و معشوقه پرستیم رواست
 گر باده بکوه بر زنه رقص کند
 از باده مرا تو به چه میفرمائی
 که که دل من درین قفس تنگ آید

فرماید که باده گلگون آرند
 در خاک ننهند و باز پیرون آرند
 و ز رفتن من جاه و جلالش نفوذ
 اکین آمدن و رفتن از بهر چه بود
 کو موے بموے و رنگ برگ میداند
 با او چه کنی که یک بیک میداند
 می بر رخ خاتون خود و خال بود
 بارے شب عید ماه شوال بود
 و ز گریه کنار من پر از در نشود
 هر کاسه که سرنگون بود پر نشود
 گفتیم که مراد کلیم حاصل شد
 و آن روزه به نیم جوعه و باطل شد
 دستم همه با ساغر مل پیوندد
 زان پیش که جزویم بجل پیوندد
 چون آتش نیم مرده تالش بنود
 آرام و قرار و خورد و خوابش بنود
 یا در پی نیستی و هستی گذرد
 آن بر که بخواب یا بستی گذرد
 و اندر طلب جو و قصور افتادند
 که کوے تو دور دور و در افتادند
 و انجای ناب و اطمین خواهد بود
 چون عاقبت کار همین خواهد بود
 ناقص بود آنکه باده را نقص کند
 روحیست که او تربیت شخص کند
 از بهری آب و گلش تنگ آید

گفتند که مگر بشکن این زندان را
 گویند که ماه رمضان گشت پدید
 در آخر شعبان بخورم چندان
 که شربت عیش صاف باشد که درد
 اینها همه سهل است به ترو عاقل
 کس مشکل اسرار ازل را نکشاد
 من بیکرم ز مبتدی تا استاد
 کم کن طبع جهان که باشی خرسند
 خوشباش چنانکه هست این ورنک
 کس را پس برده قضا راه نشد
 بهفتاد و دو سال فکر کرد و شب و روز
 گویند بکسر گفتگو خواهد بود
 از خیر محض جز نگوئی ناید
 به خور که ز دل کثرت و قلت ببرد
 پس بزمین زکیا که از او
 به گریه چرا مست ولی تا که خورد
 هر گاه که این سه شرط شد رست بگو
 من باده بجام بکینی خواهم کرد
 اول سه طلاق عقل و دین خواهم داد
 من بخورم و هر که چو سن اهل بود
 سه خورون من حق از ازل میدهد
 میخواره اگر غنی بود و عور شود
 در حق اهل زان زرد و زرم
 نابوده بهج در طلب شلای چند
 در کسوت خاص آمده عاقل چند

پایم ز رکاب شرع بر شک آید
 من بعد بگرد باده نتوان گردید
 کا در رمضان مست بیغم تا میسد
 که پوشش ما پلاش باشد که برد
 این واقعه سهل است کمی باید مرد
 کس یکقدم از نهاد بیرون ننهد
 عجز است بدست هر که از مادر زاد
 از نیک و بد زمانه بسل پیوندد
 هم بگذرد و نماند این دوری چند
 و ز سر قدر هیچ کس آگاه نشد
 معلوم نگشت و قصه کوتاه نشد
 و آن یار عزیز ترند و خواهر بود
 خوشباش که عاقبت نکو خواهد بود
 و اندیشه بهفتاد و دو ملت ببرد
 بکین بخوری هزار علت ببرد
 و آنگاه چه مقدار و دیگر با که خورد
 گری خورد و مردم دانا که خورد
 خود را بد و جام به غنی خواهم کرد
 پس دختر زدن را بزنی خواهم کرد
 سه خوردن او نزد خدا سهل بود
 اگر من بخورم علم خدا جمل بود
 و ز عیده اش جهان پر از شور شود
 تا دیده افی غم کور شود
 تنها ز خود شستن برودن گاهی چند
 بدنام کند که نگویند چندی

دفعه که طلوع صبح از رقی باشد
گویند که حق تعالی بود و را خواہ
رفتست که از سبز جهان آریند
سیسی صفیان ز خاک بیرون آیند
۲۰۱ بان تانہی بر تن خود خفته و در
زان پیش کہ گرد و نفس گرم تو سرد
ہر جہ کہ سا پیش بجام افشانند
۲۰۲ بجان افند ز بادہ می پنداری
ز اہد بکرم ترا چو ما نشناسد
۲۰۳ گشتی کہ گشتی بدو ز رخ برست
یاران چو با اتفاق میعاد کنند
۲۰۴ ساقی چو مئے مغامہ برکت گیرد
یکروز فلک کار مرا سازنداد
۲۰۵ یکروز دے ز شادمانی تروم
یکسان بدو روز اگر شود حاصل مرد
۲۰۶ شکوہ کم از خود ہے چو ابا بد بود
تازہ ہر وہ در آسمان گشت پدید
۲۰۷ من در غم ز می فروشان کا نشان
مانگہ بیضا فصل و آداب شدند
۲۰۸ رہ زین شب تاریک نہ در غم بردن
ہر صبح کہ روئے لالہ شبنم گیرد
۲۰۹ انصاف مرا ز غم خوشی می آید
گردان زحاب نشتر می آید
۲۱۰ در جام چو سوسن مے گلگون ریزم
پیراہن سرم شقی تو در دام کشید

باید کہ بکفت جام مرزوق باشد
باید کہ بدین دلیل مرحق باشد
موسی صفیان ز شاخ کفت بنایند
۲۰۱ وز چشم سحاب چشمہا بکشایند
تاج کی سیم سفید و زر زرد
۲۰۲ بادوست بخور کہ بخت خواہ خورد
در دیدہ گرم آتش غم بشناند
۲۰۳ آبی کہ ز حد در دولت برماند
بیگانه ترا چو آشتما نشناسد
۲۰۴ این را بکشتہ گو کہ ترا نشناسد
خود را بجائی یکدگر شاد کنند
۲۰۵ بیچارہ فلان را بدعا یاد کنند
ہرگز سوسن دے خوش آوازنداد
۲۰۶ کار و زبردست صد غم بازنداد
دزکوزہ شکستہ دم آبی سرد
۲۰۷ یا خدمت چون خود ہے چو ابا بد گرد
بہتر ز مئے نعل کے شیخ ندید
۲۰۸ بہ زانچہ فرو شد چو خواہند خرید
ما زنج کمال شیخ اصحاب شدند
۲۰۹ گفتند فساد و در خواب شدند
بالاے بقتشہ در چین خرم گیرد
۲۱۰ گردا من خوشن فرامی برد
گوئی کہ شکوفہ در چین می آید
۲۱۱ گز ابر بقتشہ گوی سخن می آید
ورنہ ز کجا دست من و جام نبید

آن تو به که عقل و ادب جاتان شکست
آن مرد نیم کز عدم بپسم آید
جانیست مرا بجا برینه داده خدا
۲۱۳ ابرام که ساکنان این ایوانند
مان تا سر رشته حسر و کم نکنی
آنها که فلک ریزه دهر آرایند
۲۱۵ و در دامن آسمان و در حبیب زمین
آنها که اسیر عقل و بتیستر شدند
رو با خبران و آب انگور گزین
۲۱۶ آن عقل که در راه سعادت پویند
در باب تو این بگذرد وقت که نه
ماه رمضان برفت شوال آمد
آنگاه که آنکه خلیک اندر دوش
یاران موافق همه از دست شدند
۲۱۸ بودند بیک شراب در مجلس عمر
آنگاه که بکنه و بنو موصوفند
گویند که شبلی و جنیدیم همه
تا خاک مرا بقال آمیخته اند
۲۲۱ من بهتر ازین نمی توانم بودن
آنها که گشته غیب تاب اند
بر خشک یک نیست همه در آب اند
۲۲۲ از آب عدم ختم مرا کاشته اند
سرگشته چه یاد دادم گرد جهان
چون نیست درین زمانه سوسه نخورد
۲۲۳ پیش آور زانکه او خرد را بهر و

و آن جامه که صبر و بخت ایام درید
آن بیم مرا خوشتر ازین بپسم آید
تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید
۲۱۳ اسباب نترزد و خردمند اند
کائنات که مدبرند سرگردانند
آیند و روند و باز با دهر آیند
۲۱۵ خلقت که تا خدا نمیرد زاینند
در حسرت هست و نیست ناخیز شدند
کاین نجس بران لغوره مونز شدند
۲۱۶ روزی صد بار خود ترا می گویند
آن تره که بدروند و دیگر رویند
سنگام نشاط و عیش و قوال آمد
۲۱۸ گویند که پشت پشت حمال آمد
در پای اهل یگان یگان بپشت شدند
دور می دوسه بیشتر زمانست شدند
۲۱۹ در ره بکف آب و دوانان موقوفند
شبلی نه ولی در کر خه معروفتند
بس فتنه که از خاک بر آلیخته اند
۲۲۱ کز لوله مرا چین برون ریخته اند
و آنها که لبش دمام در محراب اند
بیدار یک نیست و دیگران در خواب اند
۲۲۲ از آتش غم روح من فرشته اند
تا خاک من ز جاس بر داشته اند
خبر بخرد اند نه مانده می نخورد
۲۲۳ تا بگو که زمانه سوسه ما برنگرد

چون شاید روح خانه پرور شود
 این ساز وجود چار ابریشم طبع
 آنها که بکفر و تمعنی سفقتند
 واقف چو نگشتند بر اسرار فلک
 این خلق همه غرانی با افسوس اند
 خواهی که گفت پاس توامی بوسند
 روزی که جزای هر صفت خواهد بود
 و حسن صفت کوش که در روز جزا
 آن کاسه گرے که کاسه سحر با کرد
 بر خوان وجود مانگون کاسه نهاد
 از واقعه ترا خبر خواهیم کرد
 با عشق تو در خاک فرو خواهیم شد
 دل چرا غیبت که نور را ترنج و لکیر
 صفت شیخ به پروانه و لب باید گفت
 جانم بقدر آنکه او اهل بود
 خواهی که بدانی بیقین وونخ را
 خورشید کند صبح بر بام افکند
 سحر که منادی سحر که خیران
 یاران بموافقت چو میعاد کنند
 چون باده خوشگوار نوشیدیم
 چند آن گرم و لطفت ز آغاز بود
 اکنون همه در سنج و لم سیکوشی
 آنها که اساس کار بر زرق نهند
 بر فرق نم خودی و راپس ازین
 آنها که در آمدند در چرخ شدند

هر جنس باصل خویشین باز شود
 از زخمه روزگار سبزه ساز شود
 در ذات خداوند سخنها گفتند
 اول زبانی زدند و آخر خفتند
 پر مشعل و بیان تنی چون کوس اند
 خوش نام بزی که بنده ناموس اند
 قدر تو بقدر معرفت خواهد بود
 حشر تو بصورت صفت خواهد بود
 در کاسه گزنی صفات خود پیدا کرد
 و آن کاسه سرنگون بر آرزو کرد
 و آن را بدو حوت مخفی خواهیم کرد
 با مهر تو سر ز خاک برخوایم کرد
 در پیر و زغش زندگی از سر گیر
 کین حدیث که با سوختگان در گیر
 سر در قدمش اگر نهیم سسل بود
 و در رخ بجهان صحبت لاهل بود
 کیم سر در روز باده در جام افکند
 آواز او شربت بود و ایام افکند
 باید که زد و دست یابد بسیار کنند
 نوبت چو بکار سدرنگو ناسا کنند
 و آن دشت در طرب و ناز چه بود
 آفریده گناه کرده ام باز چه بود
 آیند و میان جان و آن فرق نهند
 اگر بگویم خود سحر آره بر فرق نهند
 آشفته ناز و طرب و نوش شدند

خبر روزی بسیار و خاموش شدند
ازد که نصیب یکجنان بخشند
اگر نیک آیم مرا از ایشان شنند
از گردش روزگار هر سه برگیر
از طاعت و محبت خدا استغنیست
افلاک که جز غم نغزایند دگر
فنا آمده گان اگر بدانند که ما
از بودنی او دوست چه داری بیا
خرم تو بزی جهان بشادی گذران
این اهل قیور خاک گشتند و غبار
هر ذره زهر ذره گرفتند کنار
ایدل همه اسباب جهان خواسته گیر
و انگه بران سینه چه چون شبنم
سنت کن و فریضه حق بگذار
غیبت کن و بجو کس را آزار
از گردش این زمانه دون پرور
چون غنچه بگلزار جهان بادل تنگ
ایام جوانیست شراب اولی تر
این عالم فانی چو خرابست باب
اے در طلب تو عالمی در شر و شور
ای با همه در حدیث و گوش همه گر
با سقاقتن خوس و بے عقل و وقار
بدستی دشور و در به در شب میش
چون نیست ترا خیر آنکه رود و اقرار
بان تاشی بر دل خود چندین یار

در خاک ابد جمله هم آغوش شدند
قسم بمن رنذرستان بخشند
و رید باشم مرا اندیشان بخشند
بر تخت طرب نشین بکفت ساغر گیر
یارے قوم را و خود را عالم بر گیر
ننند بجای تا تر بایند دگر
از دهر چه بیکشیم نایند دگر
وز فکرت پیبوده دل و جان افکار
نذر سیر نه با تو کرده اند اولی کار
بیخود شده و بیخبرند از همه کار
آه این چه سر ایست که تار و شمار
باغ طربت بسینزه آراسته گیر
بنشسته و باند ادب خواسته گیر
وان نغمه که داری ز کسان بازند
هم و عده آن جهان نغمه باده بسیار
با صد غم و دردی برم عمر بمر
چون لاله ز باغ دهر با خون جگر
با خوش پسران باده ناب اولی تر
از باده در او مست و خراب دلی تر
در پیش تو در ویش و تو نگر همه عود
وے با همه در حضور و چشم همه کور
زینهار محو باده که مرغ آرد بار
در دسر و عذر خواهیش روز رخسار
چندین نرغی مرا دول مرغ مار
بگذشتن و گذشتن است آخر کار

جاناتے صاف نامشوش میخور
 ۲۵۰ مے خون رز راست در ز ترا میگوید
 و تشنگ شوی کجوی کے بنگ بخور
 ۲۵۱ صوفی شدہ این نخوری آن بخوری
 دی کوزہ گریں بدیدم اندر باز
 ۲۵۲ و ان گل بزبان حال باد میسکین
 یکبرہ کے از فلک جسم خوشتر
 ۲۵۳ آہ سحری ز سینه جنت رے
 در دائرہ سپهر ناپیدا غور
 ۲۵۴ تو بیت چو بدو نہ تو حسد آہ کن
 عمر تو چہ دو صد و چہ سی صد چہ ہزار
 ۲۵۵ اگر باد شمی و گر گداے باز آہ
 او را خواہی ز زن و فرزند بگر
 ۲۵۶ ہر چیز کو هست بند را هست ترا
 ایدل حقیقت جہانست مجاز
 ۲۵۷ تن را بقضا سپاہ و باد و لباز
 از جلا و رنگان این راہ دراز
 ۲۵۸ زمینہار و دین سر اچہ از دگر جان
 این چرخ کہ با کے نہیں گوید راز
 ۲۵۹ و خور کہ کس عمر دوبارہ نہ بد
 اسے بر ہمہ سروران عالم فیروز
 ۲۶۰ یکشنبہ و دوشنبہ و سہ شنبہ و چار
 اسے خوش پسرخزہ گر رنگ آمیز
 ۲۶۱ تو حکم ہی کنی کہ در سن منگر
 با تو جز آیات اگر گویم راز

بر باد بتان فقر و لکش می خور
 ۲۵۰ خون بر تو حلال کردہ ام خوش بخور
 یا یک شکی بادہ لکرتنگ بخور
 ۲۵۱ در خور و تو سنگست برو سنگ بخور
 بر تازہ گلے کدہ ہی ز دہن بسیار
 ۲۵۲ سن بچو تو بودہ ام مرا نیکو دالہ
 بوئے قدح از غذاے مریم خوشتر
 ۲۵۳ از نالہ ابو سعید و ادہم خوشتر
 جامعیت کہ جملہ را چشما تید بدور
 ۲۵۴ مے نوش بخور شدلی کہ دوست بخور
 زمین کمنہ سرا بیرون بر نعت ناچار
 ۲۵۵ این برد و بیک نرخ بود آخر کار
 مردانہ در آذ خویش پیوند نب
 ۲۵۶ یا بند چگونہ رہ روے بند بگر
 چندین چہ خوری تو غم ازین بچ در
 ۲۵۷ کین رفتہ قلم زہر تو نایب باز
 باز آمدہ کو کہ بجا گوید راز
 ۲۵۸ چیزے نگذاری کہ ہی آئی باز
 کشتہ بستم ہزار نمود و دایان
 ۲۵۹ ہر کس کہ شد از جہان نمی آید باز
 دانی کہ چہ وقت می بود روح افز
 ۲۶۰ پنجشنبہ و آدینہ و شنبہ و شہ و روز
 ہشتین و ہزار رفتہ معشان و غیر
 ۲۶۱ این حکم جہان بود کہ کج داد و دوز
 بہ زانکہ لغم بیتوبہ عسراب تراز

اے اول و آخر ہرہ خلقان تو
یا مہر دم پاکباز و عاشق ایمن
گزر ہر دہر تداخرو مند پیش
بازے بودم پریدہ از عالم راز
ایجا چو نیا فتم کسے عسرم راز
کے کہ از او حال باشد پرہیز
آنگاہ میان امر و نیش عاجز
رفتند ز رفتگان یکے نامد باز
کارت ز نیاز میکشاید نہ نماز
رو بر سر افلاک جهان خاک انداز
چہ جاے عبادت و چہ جاے نماز
گر گوہر طاعت نسقم ہر گز
نوسید نیم ز بار گاہ کرمست
کردیم دگر شکوہ رندی آغاز
پر جا کہ راجی است مارا بینی
ما لعبت گلنیم و فلک لعبت باز
بازیچہ ہی کنیم بز لطف وجود
می پرستد کی چہیت این نفس مجاز
نفسیت پدید آمدہ از دریائی
ما عاشق و آشفتمہ مستیم امروز
از مہتی خویشین بکھی رستہ
مشوق کہ عمرش چو غم باد و راز
بر چشم من انداخت دی چشم و رفت
لب بر لب کوزہ بردم از غایت آرز
لب بر لب سن نہاد و می گفت بران

خواہی تو مرا بسوز و خواہی بنواز
از نا اہلان ہزار فرسنگ گرز
ورنوش دہد ز دست نا اہل بریز
تا یو کہ رسم من از تشیہ بہ فر از
زان در کہ و ر آدم برون رسم باز
فرمودہ و امر کردہ کزدے بگریز
در ماندہ جہانیان کہ بج دار و مرز
تا بانو بگوید سخن از پردہ راز
بازیچہ بود تاز بے صدق و نیاز
کے بخور و گرد و خور دیان می تاز
گر گلزار و دنگان یکے نامد باز
گر دگنہ از چہرہ ز نستم ہر گز
زیرا کہ یکے زاد و تکفتم ہر گز
کلب سیر می ز نیم بر رخ من باز
گر دن چو صراحی سوے آن کردہ دل
از روے حقیقتہ از روے مجاز
ز فتم بصندوق عدم یک یک باز
گر بر گویم حقیقتش ہست و راز
دنگاہ شدہ بقعر آن دریا باز
در کوے سفان بادہ پرستیم امروز
پیوستہ بحراب انستیم امروز
امروز بتو تلخ کرد اعجاز
یعنی کہ کوئی کن و در آب انداز
تا زو ظلم واسطہ امروز
کے خور کہ بدین جہان نمی آئی باز

در کرم عدم خفته بزم گنجی خیزد
داکتون که بفرمان تو ام جیسر اند
اسے واقف اسرار صبر میسر
یار رب تو مرا توبه ده و عذر پذیر
مرغ ویدم نشسته بر یاره طوس
با کله میگذشت که افسوس افسوس
از حادثه زمانه آید به میسر
این یکدمه نقد را غنیمت میدان
آغاز دوان گشتن آن ز ترس پاس
راشته میشود معیار عقول
پندیده دیت اگر بمن داری گوش
عقیقی میباید ساحت و دنیا بکدم
تا چند کنم عرقه نادانی خویش
ز تار منقار بر میان خواهم بست
جیام اگر زباده سستی خوش باش
چون آغز کار نیست خواهی بودن
در کار که کوزه گری رفتم و دوش
تاگاه یک کوزه بر آرد و خروش
سرمست به میخانه گذر کردم دوش
گفتم ز خدا شرم نداری اسے پیر
می را که خضر خسته دارد یاسش
من قوت دل و قوت روحش خفته
خوگر بر است و امش میوش
جاسر سست لعل گرت دست دهد
بهفتاد و دویست در دین کم دوش

دار و جهان دور جهان شورانگیر
الفقه چنان دار که کج دار و مریز
در حالت عجز دستگیر میسر
اسے توبه ده و عذر پذیر میسر
در پیش نهاده کله کینا و کس
کویانک جرسها و کوانا کوس
وزیر چه رسد چو نیست پائیده پیر
از رفته میبندیش وز آئیده میسر
و انجام خرابی چنین نیک اساس
سنجیده نمیشود بمقیاس قیاس
از بهر خدا جامه ترویر میوش
از بهر دهن ملک ابد را فروش
گرفت دل من از پریشانی خویش
دانی ز چه از ننگ مسلمانی خویش
بالا درخ اگر نشستی خوش باش
انگار که نیستی چه هستی خوش باش
دیدم دو هزار کوزه گویا و غموش
کوزه گری و کوزه خرد کوزه فروش
پیر دیدم مست و سبزه بردوش
گفتا کرم از خدا است رو باده بنوش
اد آب حیات است و منه الیاسش
چون گفت خدا سگایع لئاسش
بانمده و چنگ پیچ و شامش میوش
یک قطره را کن و تماش میوش
از لایع عشق تو دارم در پیش

چو کفر و جبه اسلام چه طاعت چه گناه
یک یک بنهرم بین و گنیده ده بخش
از باد و هوا آتش کین را سوز
غم چند خوری ز کار و تلاش پیش
خوش باش و جهان تنگ کن بر آتش
جایست که عقل آفرین می زندش
این کوزه گر دهر چنین جام لطیف
سمه در تدرج انصاف که جانست لطیف
لایق نه بود و هیچ گران بدم من
اسی چرخ فلک زمان شناسی کرم
از چرخ زنی و دشمن بدستیده شود
گر گلی بنود نصیب باخار اینک
در سیمه و سجاد و شبنمی نه بود
اگر صلح نیامد ز فلک جنگ اینک
جامه کس از غوان رنگ اینک
بین صبح دمید و دامن شب شد چاک
سے نوش دلا که صبح بسیار دمد
از آتش آخرت سید اری باک
چون باد اجل پر از غم و عجز
این صورت کون جمله نقش خال
بشین تدرج باد به نوش و خوشبخت
با سر و قد به تازه تر از عزمین گل
زان پیش که ناگر شود از باد اجل
در سر گذار هیچ سود اسے حال
باد خنجر ز ریشین و عیش میکن

مقصود توئی بهانه بردار از پیش
هر جرم که رفت حسبه الله بخش
مادر البسر حال رسول الله بخش
رخت نصیب مردم دور اندیش
اگر خور دین غم قضا نگردد کم و بیش
صد بس نه مهر بر چنین می زندش
می سازد و باز بر زمین می زندش
در کالبد شیشه رو آیدست لطیف
جز ساغر باد کان گریست لطیف
پیوسته مرا بر سینه ساری چو سبک
پس چرخ زنی به از تو ای چرخ فلک
در نور بهانسر سدر تار اینک
ناقوس و کلیسیا و زقار اینک
در نام نگو نباشد مگ اینک
آتش که اینی در دس و سنگ اینک
بر خیز و صبح کن چو ائی غمناک
اور و بے بما کرده و ماک و خاک
در آب غدا مت نشدی بر گزناک
تو رسم که تراز تنگ پذیرد خاک
عارف نبود هر که نذر داین حال
فارغ شو ازین نقش و خیالات حال
از دست مده جام می و دامن گل
بیراهن عمر تو چو پیراهن گل
سے خور همه سال ساغر مالا مال
دختر بجرام به که مادر بحلال

عشقی بکمال دلربا کے بہ جمال
زین نادرہ نرک وید یارب بجان
محرک من نہ ویر آور غفل
بے نغمہ اگر روا بے محور دن
اسرار حقیقت نشو و حل بسوال
تا جان کنی و خون خوری پنج سال
از جرم حقیقی خاک تا اوج زحل
بیرون جستم ز بند ہر مکر و حیل
تا کے ز ابد حدیث و تا کے ز ازل
ہنگام طرب شراب را نیست بدل
از خالق کردگار و از رب رحیم
گر مست و خراب مرده باشی امروز
از چرخ ز گردش تو فرسندیم
گر بیل تو بایخود و نادانست
اسے مفتی شہر از تو پر کار تریم
تو خون کسان خوری و ما خون زن
آن بہ کہ بجام بادہ دل شاد کنیم
وین عاریتی روان زندا نیرا
آن لحظہ کہ از اجل گریزان گردم
عالم بدشاطر دل بفسر بال کنیم
این چرخ فلک کہ مادر و حیرانیم
خورشید چراغ اعدان و عالم فانوس
از آب و گلیم سرشته من چہ کنم
بر نیک و بد کہ آید از مایوجود
اے دوست بیا تا غم فردا نخوریم

دلی پر سخن و زبان ز گفتن شدہ لال
من نشسته و پیش من روان آب زلال
با ناله عند لب و صورت لبیل
محرک از سر شیشه می تکر دستے قفل
نہ نیز بہ در با حقن لغت و مال
از قال ترارہ نہ نما سیند جمال
مکر دم ہمہ مشکلات گردون راحل
پر بند کشادہ شد مگر بند اجل
بگذشت ز اندازہ من سلم و عمل
ہر مشکل را شراب گرداند حل
نومید مشو بجرم عصیان عظیم
فردا بخشد بر استخوان ہائے ریم
آزادم کن کہ لایق بر بندیم
من نیز چنان اہل خرد و سندانیم
با این ہمہ مستی از تو ہستیا رنیم
الضات بدہ کہ ام خونخوار تریم
وز آندہ و گذشتہ کم یاد کنیم
ایک لحظہ ز بند عقل آزاد کنیم
چون برگ ز شاخ عمر بیزان گردم
زان پیش کہ خاک خاک بیزان گردم
فانوس خیال از و مثالی ادایم
ما چون صوریم کاندرا و گردانیم
دین پشتم و قصب تو رشتہ اسن چکنیم
تو بر سر من نوشتہ من چہ کنیم
دین یکدم عمر را غنیمت شماریم

فردا که ازین دیر کن در گذریم
 بے باوه مباش تا توانی یکدم
 ایلیس اگر با ده بخور دس یکدم
 بر خیز و کوب پا بے تا دوست ز نیم
 در سیت زدن فوق هزار چنان
 بر خود در کام و آرد و در بستم
 جز دوست جو کس نیست که گیر دستم
 پوست ز گردش فلک غمگینم
 طبعی نه که از سر جهان بر خیزم
 بر مغش خاک خفتگان بے بینم
 چندانکه بحر اے عدم می نگرم
 بار محبت تو من از گنه ناندیشم
 کر لطف تو ام سفید رو گردانم
 تا ظن ببری که از جهان می ترسم
 مردون چه حقیقت زان با کم نیست
 تا چند اسیر عقل بر روزنه شویم
 در ده تو بکاسه می از ان پیش که ما
 تا چند ملامت کنی اے ز اند خام
 نوزد علم تسبیح و ریاض و تلبیس
 بانفس همیشه در بندم چه کنم
 گیرم که ز من در گذرانی بگرم
 جانان و تو بنویس تا پرگار بگرم
 بر لفظه رو انیم گفتون دانه دارم
 چون نیست مقام ما درین و عقیقم
 نسک ز تقدیم و محذرت ای مرد عظیم

با سفت هزار سالگان هم سفریم
 کز باوه شود عقل و دل و دین خرم
 اگر دس دو هزار سجده پیش آدم
 همه در نظر نرگس سر مست ز نیم
 ذوق عجب آن بود که در شصت ز نیم
 و ز منت هر ناکس و کس و ارستم
 من دانه و او چنانکه هستم هستم
 با طبع خنسی خنیشتن در کینم
 عقلی نه که فارغ ز جهان بنشینم
 در زیر زمین منتگان بے بینم
 نا آید گان و رفتگان بے بینم
 با تو شنه تو ز رخ ره ناندیشم
 یک ذره ز نامه سیه ناندیشم
 و ز مردن و از رفتن جان می ترسم
 چون نیک نریتیم از ان می ترسم
 در دهر چه صد ساله چه یکروزه شویم
 در کار که کوزه گران کوزه شویم
 مار نذر ابائی و سستیم مدام
 ما با ما و معشوقه بداییم بکام
 در کرده خویشتن بدردم چه کنم
 زان شرم که دیدی که چه کردم چه کنم
 هر که چه دو کرده ایم پیش داریم
 تا آخر کار سر بهم باز آوریم
 پس بسکای معشوق خطا نیست ظلم
 چون سن رخم جهان چه بحث چه تلیم

در سجد اگر چه با نیا ز آمده ام
رو زده ای نجا سجاد و زویدم
دیگر غم این گردش گردون نوزیم
کوخون جهانست و جهان خونی ما
در عشق تو صد گونه ملامت بکشم
گر عمر وفا کند جهان ما س ترا
در دانه وجود ویر آمده ایم
چون عمر بر مراد ما بگذرد
دنیا چو قناسست من بجز فن بکشم
گویند مرا که ایزدت تو به دهاد
در پاسبان اجل چو من سراغند شوم
زینهار گم بستم مرا می گنید
زینگونه که کن کار جهان می بینم
بحان الله بهر چه در میگرم
صح است دس بر سگرنگ زینم
دست از ازل در از خود باز کشیم
گر سن گزیده و س زمین کردستم
گفتی که بر در جز دستت گیرم
گر من ز سینه مناستم بستم
هر طایفه بمن گران دانه
به یار نبوده ام دس تا بستم
لب بر لب جام و سینه بر سینه ختم
من ظا هر نیستی و هستی دانم
با این همه از دانش خود شرم باد
من باده خورم ولیک مستی نکشم

حقا که ز از بهر نماز آمده ام
آن کشته شدست باز باز آمده ام
جز باده ناب صان گلگون نوزیم
ما خون دل خونی خود چون نوزیم
ور شبنم این عهد غرامت بکشم
ما بر سگم از آنکه تا قیامت بکشم
و ز پای مردمی بزیر آمده ایم
اے کاش سرا آمده که سیر آمده ایم
جز یاد نشاط و س روشن نکشم
او خود ندید و بر بدید من نکشم
در دست اهل چو مرغ پر کنده شوم
باشند که بید سگ و دس زنده شوم
حالم همه را انگان بران می بینم
تا کای غولیش اندر آن می بینم
دین شیشه نام و تنگ بر سنگ زینم
ور زلف در از دوان چنگ زینم
عفو تو امید است که گیر دستم
حاجز ترا زین خواه کا گنون بستم
در کار و گبر و ست پرستم بستم
من زان خود چنانکه بستم بستم
مشب شب قدر زان شب بستم
تا روزی بگردن مرا می دستم
من باطن بر فراز و پستی دانم
گر مرتبه و راسه سستی دانم
الا بقدرج در اند دسستی نکشم

وانی غرضم ز سستی چو بود
حرم هستی که با تو گویم یک دم
خفت زده سرشته اندر کل غم
ما جاسه نازد لب خشم کردیم
در کوه خرابات لگه میتوان یافت
مقصود ز جمله آن پیش ما بیم
این دانه جهان چو انگشتری است
ما کنه یخود می طربناک شدیم
آخر به زلالیش تن پاک شدیم
من در رمضان روزه اگر میخورم
از خفت روزه روزن چون بود
هرگز بطرب شربت آب نمیخوریم
نارنه نه زینهم در نمک هیچ کس
هر روز گاه در خرابات نشوم
چون عالم سر و الحقیات توی
یکم خشم ایام نذریم خوشیم
چون چخته بمانی رسد از مطبخ
یک روز زبند عالم آزادیم
شاگردی بدوزگار کردیم بسیار
یکدست و بهیچیکدست یکجام
ما بیم درین گنبد فیروزه رخام
از من بر مصطفی رسانید سلام
کاسه سید باشی چرا دوع ترش
از من بر ختام رسانید سلام
من که گفتیم که در است و نه

تا بچو تو خویشتن پرستی کنم
از اول کار خود چه بودست آدم
یکبند همان بخورده داشت قدم
خود را بکے لعل چو مردم کردیم
آن عمر که در صومعه ما کم کردیم
و چشم خود چو بر پیش ما بیم
بے بیج افکند نقش نگینش ما بیم
وز یاقوت وون بر سر افلاک شدیم
از خاک بر آیدیم و با خاک شدیم
تا ظن نبری که با حق بر میخورم
سپنداشته بودم که سحر میخورم
تا از کف اندوه شراب نه خوریم
تا از جگر خویش کباب نه خوریم
همراه قلندر ان طامات شوم
تا تو یقین ده تا بسناجات شوم
گر چاشت بود شام نذریم خوشیم
از کس طمع خام نذریم خوشیم
یکدم زدن از وجود خود نشادیم
اورده در جهان سنوز استادیم
که نزد حلالیم و گے نزد حرام
نزد کافر مطلق و مسلمان تمام
و انگاه بگوئید با عزت از تمام
در شرع حلالست و نه ناپا تمام
و انگاه بگوئید که خامی خیارم
بر چخته حلال است و بر خام حرام

دشمن بقلط گفت که من تسلیم
 لیکن جو درین غم آشیان آمده ام
 چند آنکه زخو نیست ترم هست ترم
 زین طرفه تر آنکه از شراب هستی
 کل گفت که من یوسف مصر چمن
 گفتم جو تو یوسفی نشانی بنام
 یکچند بگویدگی با استاد شریک
 با بیان سخن شنو که مارا چه رسد
 پاک از عدم آمدیم تا پاک شدیم
 بودیم ز آب دیده در آتش دلی
 در شستن جام جم جهان پیویم
 ز استاد جو وصف جام جم بشویم
 فرزین گفتا که مست غمهاست شدم
 از بازی فیل و شاه چون در ماندم
 ایندو چون خواست آنچه من خواستم
 اگر جمله صوابست که او خواسته است
 شکام گشت اختیار سے بر کف
 با سبزه خطان و لاله رخ روزی چند
 تا ظن نبری که من بخود موجودم
 این بود نبود من ز بود او بود
 من بے سبب ناب زیتن نتوانم
 من بنده آن دم که ساقی گوید
 اسے گشته شب و روز بنیادگران
 آخر نقشه بین و باز اسے بخود
 اسے آنکه قوی خلاصه کون و مکان

ببرد و اندک آنچہ او گفتیم
 آنکه کم از آن که من ندانم که کیم
 هر چند ملکند پایہ تربست ترم
 هر لحظه که پیش از ترم مست ترم
 یا قوت گران باید پر زرد بنم
 گفتا که بخون عشق مگر پیرنم
 یکچند با استاد می خود شاد شدیم
 از خاک بر آمدیم و بر باد شدیم
 اسوده در آمدیم و غمناک شدیم
 دادیم بباد و در خاک شدیم
 روزی که نشستم و شبی غمخواریم
 خود جام جهان نما کے جم من بودیم
 از اسپ پیاده از جفاهاست شدم
 رخ بر رخ تو نهاده ام مات شدم
 کے گرد راست آنچه من خواستم
 پس جمله خطاست آنچه من خواستم
 و آنکه به خلاف شرح کار سے بر کف
 بر سبزه ز جرمه لاله تر سے بکنم
 یا این ره خون خوار و بنو پیویم
 من خود که بدم کجا بدم کے بودم
 بے باده کشید بارتق نتوانم
 یک جام و گر بگیر و سن نه توانم
 اندیشه نه میکنی تو از روز گران
 کا یام چکو نه میکند با و گران
 بگزار دے و سوسه سود و زنیان

یک جام سے ساقی باقی بستان
 از گردش این دایره بے پایان
 یا با حبسری تمام از نیک و بدش
 احوال جهان بر دلم آسان میکن
 امر و زخو شتم بد او فردا با من
 از اگر دو قنست بر احوال جهان
 چون نیک و بد جهان بسر خواهد شد
 بر خیز و مخور غم جهان گذران
 در طبع جهان اگر وفا بے بود
 بشنو زمزم ای زبده یاران کهن
 بر گوشه صومعه قناعت بنشین
 تا بتوانی خدمت رندان میکن
 بشنو سخن راست ز حیات دوست
 حق جان جهانست و جهان جمله بدن
 افلاک عناصر و مساو بسدا عضا
 دی شب ز سر صدق و صدا دل من
 جای بمن آرد که بستان و بخور
 خواهی بهند پیش تو گردون گردون
 همچون منت اعتقاد باید گردون
 در عالم خاک از کران تا به کران
 حاصل از جهان بی وفا چیز نیست
 دی بر لب جو بے با فکرا موزون
 در پیش نماده صدف کز گهرش
 شرمست نایب ازین تباہی گردون
 گیرم که سراسر انجمن ملک تو شد

تا بار ز ره ای از غم این هر دو جهان
 بر خو رواری و دلوں عدم رادان
 یا بخبری از خود و از کار جهان
 و افعال بدم ز خلق پنهان میکن
 آنچه از کرمست منرد بها آن میکن
 شادی و غم و رنج بر و شد یکسان
 خواهی تو بدر و باش و خواهی در مان
 خوش باش و بے بشاد و مانی گذران
 نوبت بنو خود نیامدے از دگران
 از لیشه مکن زمین فلک میسر وین
 باز یچا چسرخ را تا شام میکن
 بنیاد نماز و روزه ویران میکن
 میخور و ره میرن و احسان میکن
 و اصناف ملائکه خواست این تن
 تو حید همین است و دیگر همه فن
 در سیکه آن روح فزا دل من
 گفت خورم گفت براسے دل من
 کار تو بود همیشه جان پروردن
 می خورون و اندوه جهان ناخوردن
 چند آنکه نظر کنند صاحب نظران
 الا لعل و عارض خوش اسیران
 من بودم و ساغر شراب گلگون
 نوبت زین مع صادق آید بیرون
 زین ترک او امر و نوای گردون
 جز آنکه رمانی چه خواهی گردون

رندے دیرم شست بر خشک زمین
نه حق نه حقیقت نه شریعت نه یقین
قوی متفکر نه در مذہب و دین
ما گاه منادی بر آید ز کسین
گاویست در آسمان و تماش بر دین
چشم خردت کشته چون اهل یقین
گویند بر اسے که گتر خور ازین
عذر مریخ یار و باد و مسجد مست
گر بر فلک دست بے چون یزدان
از نو فلک و گر چنان ساخته
سکین ولی در و مندر یوانه من
روزے که شراب عاشقی میدادند
مخوردن و گر دنیوان گردیدن
مگر عاشق دست و زخمی خواهد بود
نشان دل نشاد را بغم فرسودن
در دهر که داند که چه خواهد بود
یکسخت بنام نیک مشهور شدن
خاکر بیوتے آب انگور شدن
یار ب بدل اسیر من رحمت کن
بر پاسه خرابات روغن بخشای
یارب ز قبول و ز روم باز زبان
تا بشیازم ز نیک و بد سید انم
زین گنبد گردیده بد افغالی بین
تا نتوانی تو یک نفس ختم باش
چون حاصل آدمی در این شور و نشان

نه کفر نه اسلام و نه دنیا و دین
اندر و جهان کرا بود ز پره این
جمعه تجیر نه در خشک و یقین
کاسے عیسران راه نه انشا این
یک گاه و گر نهفته در زیر زمین
نه بر و نه بر دو گاه و مستی خرمین
آخر چه عذر بر نداری سر ازین
القاف بد و چه عذر روشن تر ازین
پر داشته من این فلک را ز نیان
کانه اده بکام دل رسیدے انسان
میشیاز نشد ز عشق جانانه من
در خون جگر ز دند پیانه من
به زانکه بزرگ و زاهدی و ز زمین
پس روی بهشت کس نخواهد بین
وقت خوش خود بسنگ خفت سون
کے باید و معشوق و بکام آسون
عازست ز جور جور ز بخور شدن
به زانکه بر بد خویش مغرور شدن
بر سینہ غم پذیر من رحمت کن
بر دست پیالہ گیر من رحمت کن
مشغول خودت کن ز خودم باز زبان
مستقم کن و از نیک بدم باز زبان
و ز رفیق دوستان جهان خالی من
مروا سنگ روی مطلب حالی بین
جز خوردن خند نیست یا کندن جان

تو م دل آن که زین جهان زود برفت
بر منو جب عقل ز تداگانی کردن
استاد تو روزگار جا بگذرست
اسرار ازل را نه تو دانی و نه من
هست از پس پرده گفتگو من تو
این چرخ فلک بهر ملک من و تو
بر سبزه نشین بتا که پس دیر نماند
از تن چو برفت جان پاک من و تو
و آنکه زبر اسه خشت گوید و گران
آن فکر که بر چرخ همی زد و بسو
دیدیم که بر کنگره اش فاخته
از آمدن در فتن با سو و سو
در چرخ جسم چندین پاکان
ای آب حیات مضرا غر لب تو
گر خون مرا می نخورم مر دیم
آتم که پدید گشتم از قدرت تو
صد سال با منتخان گنه خواهم کرد
بر دار سیاه و سبوا که دلجو
کین چرخ بستم تدبیران مهر و
ما نیم خریدار منی کشته و تو
دانی که پس از مرگ کجا خواهی رفت
تا کرده گناه در جهان کیست بگو
من بد کنم و تو بد میگافات دهی
یا قوت لب لعل بد حشاشنه کو
گویند خواهم در سلطانی شد

اسودد که که خود دنیا مدبر جهان
شاید کردن و سله ندانی کردن
چندان بسرت زنده که دانی کردن
وین حرف معانه تو خوانی و نه من
چون پرده برداشته توانی و نه من
قصده دار و بجان پاک من و تو
تا سبزه برون و دیر خاک من و تو
خشتی دو نهند بر مغاک من و تو
در کالبدی که کشند خاک من و تو
بر درگاه او شهان نهادند و
آوانه همیداد که گو گو گو گو
وز تار و جود عمر با یو و سو
بیسوز و و خاک میشود و و سو
مگذار که بوسد لب سا غلب تو
او خود که بود و لب نهد بر لب تو
صد سال شدیم بنانه و لغمت تو
یا جریم هست پیش یا رحمت تو
بر گرد بگرد سبزه زار و لب جو
صد بار بیا که کرد و صد بار بسو
د انگاه نزد شنیده عالم جو جو
م پیش من آرد ویر کجا خواهی رود
و آنکس که گنه نکرده چون زیست بگو
پس فرق میان من و تو چیست بگو
و آن راحت روح و راج ایالتی
تو سخر و غم خود ز سلطانی کو

ای ز ننگی تن و تو انم همه تو
تو هستی من شدی از آنی همین
ای رفته بچرگان قفنا همچون گو
کاکس که ترا فلند اند رنگ و پو
در دیده تنگ مور کورست از تو
ذات تو سزا است مر خداوندی را
گر یا خردی تو حرص را بنده مشو
چون آتش تیز باش چون آب دکن
از هر چه بخوردی دست کوتاه می
مستی و قلندری و گمراهی می
ای یا رز و زگار باش آسوده
چون کسوت عمر بر تن چاک شود
آسای نیک نه کرده و بد بها کرده
بر عفو گنن تکلیف که هرگز نه یود
اندازه عمر پیش از شصت منه
زان پیش که کلاه سرت کوزه کنند
این چرخ چو طاسیست بگول فنا
در وستی شیشه و ساغر مگر بد
اوسن در میخانه بسبب رفته
گر هر دو جهان چو گوی افتد بکوی
قطره بگر نیست که از بحر جدم
در حقیقت و گری نیست خدایم
تا که غم آن خورم که دارم یانه
پیر کن قدح باد که کلاه من نیست
تن در غم روزگار بسید آسوده

جانی دلی اعدا دل و جانم همه تو
من نیست شدم در تو از انم همه تو
چپ می خورد و راست بر دمی تو
او داند او داند او داند او
در پای صغیف پیشه زورست از تو
هر وصف که نامز است دورست از تو
در پای طمع خوار و سرفکنده مشو
چون خاک بهر باد پیر آگند مشو
می هم ز کعب بتان خرگاه می
یکچرخ می ز ماه تا ماهی می
واندوه زمانه کم خور از پیوده
چه کرده و چه گفته و چه آلوده
و انگاه بلطف حق تو لا کرده
نا کرده چه کرده کرده چون ناکرده
هر جا که قدم نه بخیز مست منه
رو که زه زدوش و کاسه زورست منه
در وستی همه زیر کان زبون افتاده
لب بر لب و در میان خون افتاده
نرک بد و نیک بر دو عالم گفته
بر من بچو به چمنست یا شمع گفته
بجز نظر به بخت بد که ما میهم همه
لیک از گردش یک قطره جدم همه
این عمر بخوشی گذارم یا نه
این دهم که فردا برم یا نه
باز از عمر گذشتگان یاد کرده

بے باده مباحش و عمر پیرا دنده
 در میکده بامست شوا از در یوزه
 که جام کنند و گه سبزه گه زده
 بلبل ز بهال گل طربناک شده
 از خاک بر آید دست و بر خاک شده
 دین نامہ عمر خوانده گیر آخر چه
 صد سال دگر بمانده گیر آخر چه
 آزادی سرو و سوسن اندر افواه
 وان دارد صد دست و لیکن کوتاہ
 وان باده چون نگار بر دستم نه
 دیوانه و هو شیار بر دستم نه
 هم نفس حرام و هم نفس آلوده
 فریاد ز کرد و دایه نافرموده
 که جمله گزیر باشدم از دهن
 دین ترک شے معانہ گویم ہی نه
 و ز طاعت و معصیت تبرا کرده
 ناکرده چو کرده چون ناکرده
 صد بو العجبی ز ما برا نیکخته
 که ز بونہ مرا چنین فرو نیکخته
 در هر دو جهان خدمت درگاه توبه
 یارب تو بفضل خویش بستان برده
 نامت زمیان مردمان گم گشته
 اگریش از پس کون آبره و دم گشته
 بنیاد بیا دست از ان بپوش نه
 طراف بود تو در میان بپوش نه

دل جز بشکر لب پرینا دنده
 تا چند ز مسجد و نمک زور دنده
 خیام بخور باده که این خاک ترا
 بشکر ز صبا دامن گل چاک شده
 در سایه گل نشین که بسیار این گل
 دنیا برادرانده گیر آخر چه
 گیرم که بکام دل بمانی صد سال
 دانی ز چه روئے او فتادست پیرا
 این دارد دهن زبان و لیکن خاموش
 سانی شے خوشگوار بر دستم نه
 آن که چو زنجیر به پهنید بهم
 فریاد که رفت سر بر پیونده
 فرموده ناکرده سیر رویم کرد
 من تو به کنم از همه چیز از دهن
 اما بود آنکه من سلمان کردم
 بایم بلطف تو تو لا کرده
 آنجا که عنایت تو باشد باشد
 نقش بست که بر وجود ما ریخته
 سن زان به ازین نیتوانم بودن
 اسے در ره بندگی یکسان کردم
 ملک تو ستانی و سعادت تو دمی
 اسے رفقه و باز آمده و غم گشته
 ناخن همه جلع آمده و سم گشته
 اسے بنمبر از کار جهان بپوش نه
 شد و وجود در میان و در غم

<p>از جام و پیا لالب لب تو به در منو سم گل ز تو به یارب تو به و اندر سر زلف و لبر آویزی به تو خون مرا می بقدح ریزی به در نکته زیر کان و امانه رسی کاجا که بهشتت رسی یاز رسی در خاک غرور خفته اندام سانی بادست بر آنچه گفته اندام سانی از خویش بریدی و بخود پیوستی از بود و نبودگان بخلی رستی خلقم بچه میکند ملامت بار سانی نامن جهان ندیدم بشیاری در بهشت و چهار دالم اندر رفتی باز آمدنت نیست چو رفتی رفتی گوی کشتت اگر در او گام نمی حکم تو کنی و عاصیسم نام نمی و ز معصیت و طاعت ماستغنی امید بر رحمت تو دارم یعنی هر روز بجای خویشتن عید شسته اگر زانکه ز این بیدر تبیدر شسته پیراهن خستری من چاک کنی آینه که خورم تو در دهن خاک کنی تو روح مجردی بر افلاک شوی کانی و مقیم خط خاک شوی تا چند کنی بر گل آدم خواری</p>	<p>هر روز بر آنم که کف شب تو به اکنون که رسید وقت گل تو کمده از درس علوم جمله بگریزی به زان پیش که روزگار خونت ریزد ای دل تو با سرار معانی رسی اینجا که و جام بهشته می ساز آنگاه که ز پیش رفته اندام سانی رویا و خور و حقیقت از من بشنو ای دل چو به بزم آن صنم نبستی از جام فنا چو جرعه نوشیدی افتاد مرا ایله و سستی کار سانی او کاش که هر سر ام مستی کردی ای آنکه نیتجه چسب و بستی می خور که چهار بار بهشت گفتی بر بگذرم نیز از جام و ام نمی یک ذره ز حکم تو جهان خالی نیست ای از حرم ذات تو عقل اگر نی مستم ز گناه و از زجا بهشیارم این کار جهان اگر به تقلید شسته هر کس بر او خویش و ستیز شسته او چرخ دلم همیشه عتاک کنی با همه که رسد من توانش آب کنی ای دل ز غبار جسم اگر پاک شوی خوش است نشین تو شربت با و او کوزه و گرا بکوش اگر بشیاری</p>
--	--

انگشت فریدون و کشت گنجیرو
 اسے گل تو بروے دلر باستانی
 او بخت سقیزه کار هر دم با من
 از مطبخ دنیا تو همه دو د خوری
 دنیا که بر اهل اوز یا نیست غنیم
 آزاد دل خلق بخویم شب
 بر مال و جمال خویشتن تکیه کن
 اول بخودم چو آشنای کردی
 چون ترک منت نبود از روز نخست
 اسے کاش که جائے آرمیدن بود
 کاش از بے حد هزار سال ز دل جدا
 از دست عشق میکشودم فاس
 میگفت خوشاکست که در خانه او
 از آمدن بهار و از رفتن دی
 نه خور مخور اندوه که گفتنت حکیم
 او دل می و معشوقی کن در باغی
 اگر پیر و احمدی خوری جام شراب
 بر سنگ زوم ووش سبزه کاشی
 با من نر بان حال میگفت سبزه
 گرفت مرا ملالت از زنه اتی
 سجاده و طلیسان کے ساز گرو
 بر گیر ز خود حساب اگر با خبری
 گوئی نه خورم با ده که می بایدم
 بکشاے درم که در کشایند توئی
 سن دست هیچ دستگیر ندم

بر چرخ نماده چو پینداری
 دے مل تو بلعل جانقز ایسمانی
 بیگانه تری و آشنای مانی
 تا چند غمان بود و تا بود خوری
 اگر ترک زبان کنی همه سود خوری
 تا بر نکشند یار بے نیم شب
 کا زالبش برند و این را لبش
 آخر ز خودم چو اجدامی کردی
 سر گشته بعالم چسپرامی کردی
 یا این ره را بسر رسیدن بود
 چون سبزه امید نو دمیدن بود
 ناگاه ز سوز سینه صاحب حال
 یار نیست چو ما سپه و شب چون مل
 او را قی وجود ما همیگردد و ط
 غماے جهان چو زهر و تر کاش
 سالوس رها کن و کن زرقا قی
 زان حوض که مرتقاش باشد ساقی
 سر مست بدم که کردم این او باشی
 من چون تو بدم تو نیز چون من باشی
 بر خیز و سبک با ده بیار او ساقی
 تا بگو که شود لاف من اندر باقی
 کا دل تو چو آوری و آخر چه بری
 بیاید مرد اگر خور می یا نه خوری
 بناسے رهم که ره نماینده توئی
 کالیشان همه فانی اندوه پاینده توئی

با من تو ہر آنچہ گوئی از کین گوئی
 من خود مقرر بر آنچہ ہستم لیکن
 بادرو و سازگار وائے یابی
 بیابش بوقت بینوائی شا کر
 تنگے نعل خواہم و دیوانی
 وانگہ من و تونشستہ درویرانی
 تا چند حدیث پنج و چار اے ساقی
 خاکیم ہمہ چنگ بسازای ساقی
 تا چند زیاسین و برات ای ساقی
 روزے کبریات ما بہ میخانہ برند
 تا در تن تست استخوان رگ و بی
 گردن منہ از ختم بود رستم زان
 تا در ہوس لعل لب و جام ہستی
 اینہا ہمہ حشو است خدا میداند
 تن زن چو بزیر فلک بیباکی
 چون اول و آخرت بجز خاک نیست
 چون واقفی او پس زہر اسرارے
 چون می نزد باختیاری کارے
 چند انکہ نگاہ سیکم ہر سوئے
 مہر اچہ بہشت شد زود زخ گوئی
 در شہدہ خانہ جہان یار مجوسے
 یاد در دیسار و بیج در مان طلب
 دو چہینہ کہ ہست مایہ و انانی
 از خوردن ہر چہ ہست تا خوردن
 در باغ چو بد غورہ ترش اول دی

پیوستہ مرا محدود بیدین گوئی
 انصاف بدہ ترا رسد کین گوئی
 وز سرخ منال تا شقائے یابی
 تا عاقبت الامر نوائے یابی
 سدرے بقے باید و لطف نائے
 خوشتر بود از مملکت سلطانے
 مشکل چہیکے چہ صدر ارای ساقی
 یادیم ہمہ بادہ بیار اے ساقی
 بنویس بہ میخانہ برات ای ساقی
 آن روز بود شب برات ای ساقی
 از خانہ تقدیر منہ بیرون پی
 منت کش از دست بود حاتم طی
 تا در بے آواز دق و چنگ نی
 تا ترک تعلق نہ کنی بیج نی
 تو نوش چو در عالم آفتاب کی
 انگار کہ در خاک نہ بر خاک کی
 چندین چہ خوری بہ بہدہ تیمارے
 نحو شباش درین نفس کہ ہستی باہرے
 از سبزہ بہشت سست ز کوثر جوئے
 بیشین بہشت با بہشتی روئے
 بشنو ز من این حدیث و نہار گوئے
 با غم بیشین خرم و غمخوار مجوسے
 بہتر نہ ہمہ حدیث ناگو یابی
 وز محبت ہر چہ ہست بہ تنہائی
 شیرین ز چہ گشت و تلخ چون آمدی

از چوب به پیشه گر کسی که در باب	وزن پیشه چسبونی تو که بسیار دانی
دانی که سپیده دم خود سحری	هر لحظه را به یکدیگر تو هر گری
یعنی که نموند و در آینه صبح	که عمرت به گزشت و تو به غیری
در ده من لعل لاراگون صافی	یکشانه از حلق شیشه خون صافی
کامروز برون ز جام نیست	یکدیگر دست که دارد اندرون صافی
در حکمت اگر اسطوخودوس	در قدرت اگر چیه قیصر و قفقوری
مے نوش ز جام چم که گور آنکار	که به برای که عاقبت در گوری
در کار که کوزه گری که در کاس	در پای چرخ دیدم استوار و پای
سیک و دیو کوزه را دست و سر	از کلاه باد شاه داری پای گدا
رو به غیری که زمین اگر باخسری	تا از کف مستان ازل باد غوری
تو به غیری چسبونی کار تو نیست	هر غیری را از سر بد چسبونی
زان پیشتر او صتم که در رگد ز	خاک من و تو کوزه کند کوزه گری
از ان کوزه که نیست در کوزه	پیر کن قدحی بخور زمین ده دگر
ز بهار کنون که می توانی بار	بر دار ز خاطر عزیز بی بار
کین ملک حسن من اند جاوید	از دست تو هم برون رود یکبار
زان پیش که از جام اجل مست شوی	زیر لکده حادثا پست شوی
سر مایه بدست آرا اینجا کاغذ	سوسه نکستی اگر سنی دست شوی
سازنده کار مرده و زنده تویی	دارنده این چرخ پر آگنده تویی
من که چه بدم خواه این بند تویی	کس به بگفت نه آفریننده تویی
او باد و تاب اے من بینائی	چندان بخورم ترا من شیدائی
کز دور مرا هر که به بیند گوید	او خواهد شراب از جای آئی
شیخ بزن فاحشه گفتا مستی	هر لحظه بدام دیگر پابستی
گفتا شیخ بر آن چرخ گونی هستم	اما تو چنانکه می نمائی هستی
عالم همه گرچه گوشت افتد بگو	من مست و خواب نهفته برون هستی
و دشمن به عیادت گری می کردند	خوار به یک گفت که نمیکو گری

گشتن نهان رو سبکے نہائی
 این جلوه گری بخویشتن بہ نہائی
 اگر دے زمین بجلہ آبا و کنی
 اگر بندہ کنی بلطف آزادے را
 اگر شادی خویشتن بدان میدانی
 در ماتم عقل خویش باشی ہمہ عمر
 اگر زانکہ بدست آید ازے دونه
 کا کس کہ چنان کہ و فراغت دارد
 اگر دست و پد ز مغر گندم تانے
 بالارے نشسته در ویر ہوتے
 اگر شرہ شوی لبشر شر الناسی
 بہ زان بنود و گرفت و الیاسی
 مادی و معشوق و صبور اوساتی
 تانے خوانی قصہ نوح اوساتی
 نہ سوے وصال تو مرا دست رستے
 نہ زہرہ کہ باز گویم این غم کیے
 ہنگام صبور است و خروش اوساتی
 چہ جائے صلاح ست غمش اوساتی
 ہنگام صبور اوسم فرخ ہے
 کا قلند بنجاک صد ہزار آن ہم دگر
 ہان تا بہرستان بدرشتی نشوی
 مے خور کہ بخوردن و بنا خوردن و
 یزدان خواہم جان و گرگون کنوے
 یا نام من از جریہ بیرون کندے
 یا رب بکشائے بر من از رزق درے

کہ در صور کون و مکان پیدائی
 خود چین عیانی و خودی بینائی
 چند ان بنود کہ خاطرے شاد کنی
 بہتر کہ ہزار بندہ آزاد کنی
 کا سودہ دے را بجے ہنشتانی
 کسید از مصیبت کہ عجب نادانی
 بی خور تو بہر محفل و ہر اسبجے
 از سبک چو ان توئے ویش جوشے
 و زری دوتے ز گو سفندے رائے
 عشتے بود این نہ حد ہر سلطانے
 اگر گوشہ نشین شوے ہمہ سوا سی
 کس نشناسد ترا تو کس نشناسی
 از ما بنود تو بہ نصوح اوساتی
 پیش آرسیکار راحت روح اوساتی
 ز طاقت ہجران تو دارم نقشے
 شکل کارے طرفہ غم خوش ہوتے
 مادی و کوے میفر و شش اوساتی
 بگذر ز حدیث و زہر نوش اوساتی
 بر ساز ترا نہ و پیش آورے
 این آمدن تیر مہ و رختن دے
 یا از در نیکو ان بزشتی نشوی
 اگر آلت و زنجی ہشتی نشوی
 و اکون کندے تا نگرم چون کندے
 یا ز زری من ز غیب افزون کندے
 بے منت مخلوق رسان ما جھنمے

از باد و چنان مست نهد از راه
از سوخته سوخته سوخته خفتنی
تا که گویی که بر عمر رحمت کن
خوشه شمشاد که بخت از سوخته تو دی
تو شاد بزی که به اتفاقا تو دی
اگر آمدیم بمن بوسه تا به
بزرگان نه بوسه که اندر این عالم خاک
آدم چه مرا می بود در درج چو
دانی چه بود آدم خاک خستیم
از چرخ بر خستیم را چرخ بر دپی
از آده بنان شب گردگان نه اند
بر کوزه گر به بریزم گردم گذر
سن دیدم اگر نبرد هر بهی که
چون جنس مرا خا صه بد اند ساقی
چون دامانم بر ستم خود باد و بهر
اے و هر یک و ها که خود مقترنی
نفت بمنان دهی و زحمت بکسان
پیوسته ز بهر شوق لفسانی
آگاه شد که آفت جان تو اند
ای آنکه خلاصه چار را رکافی
دیوی و دودی و ملک و انسانی
خواهی که پسندید که آنام شوی
اندر سبزه انوس و جود و تر سنا
او چرخ چه کرده ام تر از است بگو
تا نم زد و بی تا بتری کوی بگو
چندین غم پیوده خورشید و بزی
چون آخر کار این جهان نیستی است

کریم بختی بنا شدم در دیر
و سکه آتش و دوزخ از توافر و خفتنی
حق را تو کجا و رحمت آموختنی
ایمن شده از بهر تناسی تو دی
و او اندر قرار کاره فردا تو دی
و در نیز شدن بمن بوسه که شدی
نه آدمی نه شده نه بوسه
تالاب چون بود صدای درو
فانوس خیالی و چراغ درو
اگر ما به و آساید و کار نیز دپی
کشتاید که بر این چنین فلک نیز دپی
از خاک می نمود هر دم تیر
خاک بیدرم بر کف هر کوزه گر
صد فصل ز هر نوع بر اند ساقی
در حد خودم در گذر اند ساقی
در خالقه جو و دستم مفت کفی
زمین هر دو و بیرون نیست خری یا خری
این جان شریف را بهی رنجانی
آشنا که تو در آرزوی ایشانی
نشو و سخن از عالم رو حانی
بانتست هر آنچه می نمائی آئی
مقبول قبول خاصه و عام شوی
بد گو که سببش تا نگو نام شوی
پیوسته فلکند مرا در تگ ز بوسه
آیم نه دهی تا نه بری اب ز بوسه
و اندر ره بید او تو باد و بزی
انگار که نیستی و آزا و بزی

دفتر سالہ ناول - امین آباد لکھنؤ میں فروخت کے لئے موجود ہیں -

تھیں پہلے مرتبہ تصدیق لکھی گئی تھی
انگریزی کوٹ شپ - ٹھکان اور بغاوت دہلی
کا تمام حال غدر کے متعلق عشقیہ ناولوں میں
اعلیٰ قیمت عدہ

شاہد رونا - دہلی کی ایک مسلمان تائب
ظلمات کی سوانح عمری - تعلیم و حسن و عشق

کی تصویریں قیمت عدہ
محبوبہ فرانس - ایک مہجین فرانس کی

تائزین کی دلچسپ کہانی - اوس کی زبان - دنیا
کے شیب و فراز کے پھرے - آفتون میں پھنسنا

مصبیہ میں سہنا - لیکن عصمت کو ہاتھ سے نہ دینا
بالآخر استقلال کا ثمرہ پانا اور اپنے عاشق

صداق کے وصال کے منہ اٹھانا عدہ
جذبات نادر - قدوسی خیالات کا سہ جلد

نیچرل جذبات کا لہرانا ہوا دریا - نئے رنگ
نئے ڈھنگ کی شاعری کا گلدستہ - جبین

خاص خاص نظریں یہ ہیں خواب نوشین - نظم
پرورین - کتب بینی پچھلے پہر کی کوئل - دریا بہ توار

کی جنگ صبح و شام کی ہرین وہ لوگ جنھیں شاعری
کا چکا ہے آئین اور اس جوان نیت کا مڑ چکے ہیں

قیمت عدہ
فرانس کا شاہزادہ - جبین جلد دوم بچکان

جواناس بھری شراق زبرد سا غلاموں کا تاج - ملکہ
مریم بیفر فرانس - جنگ ڈیلائیہ جلد دوم شاہ

جبکہ شاہزادی ملکہ انا سہرستان دار السلطنت
اگرہ - دربار شاہ اکبر غلط حکم حسن سلطان دارا

رانا کا خون بہا - رانی پدم کی سیلیمان - رانا کا قیدی

چیتور کا حشر - سلطنت فرانس کا تاج - پاک صحت

کی ہو ہو تصویریں مسلمانوں - اور راجپوتوں کی
رزم رزم چشم دید واقعات - خدا کے کارخانہ زمانہ

کی نیرنگیان - گردش ایام کا الہامی پیر پل بن بارشاہ
پل میں فقیر ہونیکا لطف نہایت دلکش پیرامین

بیان کیے گئے ہیں قیمت عدہ
ذات شریف - ایک بیوقوف نو عمر نواب

زادے کا (جو ابھی بقیہ حیات ہیں) ایک پڑھ تان
کی پری سے عشق بازی کرنا ناول کے پیرامین

سچی باتوں کا بیان قیمت عدہ
شریف زادہ سپین دکھلا باہر کہ کیونکر ایک

شخص محنت اور جانفشانی سے دنیا میں کامیابی
حاصل کرتا ہے اور فکر معیشت سے فارغ ہو کر اپنا

وقت دوسروں کی بھلائی میں صرف کرتا ہے یہ ناول
نوجوان کے چہرے کے قابل ہے قیمت عدہ

طرحدار لوٹڈی - آسٹین کا سانپ
ایک دلہندہ گرفتار کہ کاؤٹنگ اور سمیڈا اور

جوشیار جا لاک لوٹڈی کی جالاندون جائز و ناجائز
تدلیس ترقی کا خیال اور آخر کو پیشہ و رعوت بن کے

انجی درست کرنے اور اس غافل مگر کے مجلس
اور تباہ ہونے اور لوٹڈی کے ایک مقدمہ میں

پیشہ کے حیلانہ جانکا حال حسن و عشق کی بونج جاتی
تصویریں اگر آپ میان بخشو اور بخینا انگری

کی گفتگو پر جسکے پیرنگ نہ جائیں تو ہمارا ذمہ
علامہ اسکے لکھنؤ کی محلات کی بول

بول چال - روز مرہ حسن بیان -
قیمت عدہ

دفتر سالہ ناول - امین آباد لکھنؤ میں فروخت کے لئے مروجہ دہن

لال بی بی اس نظر فاضلہ اور پرہیزگار ناول
میں عاشقانہ جذبات کے علاوہ علمی اور اخلاقی
حکیمانہ فلسفیانہ مباحثہ نہایت خوبی کیساتھ لکھے
گئے ہیں۔ یہ ناول عاشقانہ جذبات سے نوجوان
طبیعتوں کو بیدار کرنے والا نہیں بلکہ عیاشی کے
نتیجہ خیز میں پیش کر کے تازیانہ کا کام دیتا ہے
بازاری کے پوشیدہ راز کو کھلوانے کی دعا بازی
عرضہ کیلئے نہ لکھا گیا ہے۔ قیمت ۵۰۰ عیر
تاخر اندہ محمان۔ اس سے زیادہ پرہیزگار
اور بہتر ناول آج تک اکثر بڑی سے تحریر ہندو
فرسی اور بدعاش غورقوں کے ہتھکڑی سے
بچنے کیلئے کیونکہ خاوند کو بھائی بنانے کی ترغیب
نوجوان دوستوں کو کھلونے کا عشق اور بھرپور
واقعات کا اخلاقی نتیجہ ایک عجیب پیرائے میں
لکھا گیا ہے۔ قیمت ۵۰۰ عیر
وفا دار بی بی۔ ایک یورپین لیدی کی سچی
دفا داری اور مشہور برستی کا پورا پورا ثبوت۔
کو تازہ اندیشہ شوہر کی ناواقفیت پر غصہ۔ گراؤ
حد درجے کی مایوسیوں کے پیوستہ کا پاکدامنی
کو بچھ سے نہ دینا۔ قیمت ۵۰۰ عیر
انارکلی۔ ایک دلچسپ تاریخی فساد خیز لکھا
مشہور بہ انارکلی اور شاہزادہ سلیم نے شاہشاہ
کے عشق اور محبت کا درد انگیز حال ایک دلچسپ
پیرایہ میں درج ہے۔ قیمت ۵۰۰ عیر
نیکل یا محاصرہ غرناطہ۔ حسین سلطان
کی آخری جنگ و جدل اور ہزیمت کے تاریخی
واقعات دکھانے کے ہیں۔ قیمت ۵۰۰ عیر

عروس ہرن۔ فرانس کی ایک تہذیب پر ناول
جانتی ہے کہ کشت کو عشق کو ایک ڈاکو کی قہقہہ
ساتھ وابستہ کر دیا تھا چہرے اور پر اس کے کشت
پر عجیب عجیب چرناک اور پراسرار واقعات ہیں
مختصر کہن کا مان محبت کی علیحدہ علیحدہ
اسرار کے کشت جو قیمت ۵۰۰ عیر
شہزادہ بیگم کی وفا داری جس میں
عشق کا دلورہ انگیزانہ عاشق مزاجوں کے لئے
لذیذ اور خوشگوار رکھنا۔ عدوت ذات کی راستبازی
ثابت قدمی۔ اور اخلاقی جرأت مردانہ وار پند
انصاف کا خزانہ ماضی کی قیمت ۵۰۰ عیر
کسمیری ڈاکو۔ ایک نہایت ہی دلچسپ لکھنوی
ناول کا ترجمہ جس سے زمانہ کی نیرنگیوں کا
بہت کچھ خوب حاصل ہو سکتا ہے قیمت ۵۰۰ عیر
رضیہ سلطانہ۔ حسین ہندوستان کی حسین
لکھنوی رضیہ سلطانہ اور ملک مختیار الدین کی ولولہ
کا تاریخی واقعہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان
کیا گیا ہے مصنفہ حضرت ریاض حقیرت
کی قلم کار ہیں۔ یہ ناول تیس برس کی کتب بینی
و ناول خوان کا مشہور عجیبی عجائبات معیار
عشق و مشہور عبرت۔ ایک کتاب پانچ فائدے
پرہیزگار کے انسان کے لئے دل لگی کے ساتھ
وقت گزارنے کا مفید مصالحوں۔ قیمت ۵۰۰ عیر
شادی و غم۔ شہنشاہ اکبر کے زمانہ کے ایک
دلکش واقعہ کا ناول حسین اسلامی جبریت کی تہذیب
راہبوں کے استقلال۔ انکی ہمدردیوں اور عوامی
محبت کا پیرایہ اتنا دلچسپ لکھا ہے کہ

چالان پوت دوم

چالان

مورخہ	سالہ	۱۹	نمبر	مورخہ
مہتمم صاحب خزانہ			مہتمم صاحب خزانہ	
مہربانی مبلغ			روپیہ بابت	
جمع بمقدار			قابل جمع بمقدار	
اگر کوئی تفصیل درج			اگر کوئی تفصیل درج	
ہو تو ظہر ہذا کیجاوے			کرنی ہو تو ظہر ہذا کیجاوے	

چالان پوت سوم

چالان

مورخہ	سالہ	۱۹	نمبر	مورخہ
مہتمم صاحب خزانہ			مہتمم صاحب خزانہ	
مہربانی مبلغ			روپیہ بابت	
جمع بمقدار			قابل جمع بمقدار	
اگر کوئی تفصیل درج			اگر کوئی تفصیل درج	
ہو تو ظہر ہذا کیجاوے			کرنی ہو تو ظہر ہذا کیجاوے	

خبر
۱۱۰

DUE DATE

۸۹/۵/۲۴

۴

۲۵ ۴۱

خ ۱۲۲
۱۱۰

۱۵۶

۱۹۱۵۱۲

رباعیات عرفی